إِذَا أَحَبَّ اللّٰهُ عَبْدًا نَادَى جِبْرِيلَ (بخاری شریف)

محبتیں: حصہ اوّل

محبوب العارفین

قطب العالم حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا ذہبت برکاتہم

مدینہ سے اللہ کے محبوبوں کی محبتیں

مرتبہ

محمد اقبال

مدینہ منورہ

ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَــحبوُبُ العارفین

مرتّبہ

حَضرت اقدس صُوفی **مُـحمّد اقبَال** صَاحب (مدنی)

معاونت خصوصی برائے ترتیب و کمپوزنگ
حضرت جناب آفتاب احــمد (مدینہ منورہ)

ترتیب و کمپوٹر کمپوزنگ: محمد نور باری

مکــــتبہ اقبــالیہ

نور حراء پبلیشرز

ای میل: noorbari786@gmail.com فون: 0092-312-2502281

۲۸ ذالحجہ ۱۴۴۳

إِنَّ اللّٰہَ إِذَا أَحَبَّ عَبْدًا نَادٰی جِبْرِیْلَ (الحدیث)

محبتیں: حصہ اوّل

محبوب العارفین

قطب العالم حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا دامت برکاتہم

سے اللہ کے محبوبوں کی محبتیں

مرتبہ

محمد اقبال

مدینہ منورہ

ادارۂ اسلامیات

۱۹۰- انارکلی، لاہور

شعبان المعظم سنہ ۱۴۰۱ھ
صغیر احمد ۱۷۸ انار کلی لاہور
تجارت پرنٹرز لاہور
محمد انور چک ۴۴ ج بھلوال (سرگودھا)

ملنے کے پتے

ادارہ اسلامیات ۱۹۰ انار کلی ۰ لاہور
دار الاشاعت اردو بازار کراچی نمبر ۱
مکتبہ رشیدیہ غلّہ منڈی ساہیوال
ادارۃ المعارف کراچی نمبر ۱۴
کتب خانہ یحیوی مظاہر علوم سہارنپور
المکتبہ الامدادیہ باب العمرۃ مکہ المکرمہ
مکتبہ دار العلوم کراچی نمبر ۱۴
اشرف اکیڈمی جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اَمَّا بَعد !

سبب تالیف اور معذرت

عام طور پر یہ دستور ہے کہ اپنے بچوں کا نام علماء اور بزرگوں سے تجویز کرایا جاتا ہے مگر بندہ کو ہمیشہ سے یہ ایک عجیب شوق رہا کہ اگر کوئی بچہ ہوا تو اس کا نام اپنے آقا و مرشد سے پوچھے بغیر رکھنا ہے۔ میرے اس خیال کو ایک ذہین اہلِ عشق نے سن کر کہا کہ میں سمجھ گیا ہوں تم کیا نام رکھو گے۔ تم اس کا نام زکریا رکھنا چاہتے ہو۔ نام تو بہت مبارک ہے مگر چونکہ حضرت اقدس کا بھی یہی نام ہے تو وہ غایتِ تواضع و عبدیت کی وجہ سے خود اس کو تجویز فرمائیں گے۔ اسی طرح ایک اہم دینی ضرورت کی بنا پر عرصہ سے بندہ کے دل میں ایک مبارک تقاضا ہے کہ اکابر اولیاء اللہ کے ہاں حضرت شیخ کی محبوبیت کے قصّوں کو یکجا جمع کر دوں۔ کیونکہ حضرت پر اپنے طالب علمی ہی کے زمانے سے چشتیت کا مذاق غالب ہے جس کی خصوصیت اپنے کو چھپانا، مٹانا اور کچھ نہ سمجھنا ہے چنانچہ حضرت کے درس کے ایک ساتھی جو بڑے قابل طالب علم تھے انھوں نے ایک دفعہ حضرت سے اپنے شوق کا یوں اظہار کیا کہ "زکریا میرا جی چاہتا ہے کہ کچھ لکھوں"

اس کے جواب میں حضرت نے فرمایا " بھائی میرا جی چاہتا ہے کہ چھپوں "

اس لیے بندہ نے یہ مبارک کام حضرت کی اجازت کے بغیر ہی شروع کر دیا ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس خطا کو — ایں خطا از صد صواب اولیٰ تراست کا مصداق بنا دے کہ اس کام میں بندہ کا مقصد طالبین و متوسلینِ حضرت کا نفع ہے اس مقصد کے لیے اگر صاحب انعام خود بھی انعامات الٰہیہ کو بیان

کرے تو جائز ہے بلکہ تحدیث بالنعمۃ ہے جس کے متعلق تفسیر مظہری کے مصنف حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی قدس سرہٗ اپنی اخلاص داستان کی مشہور کتاب ارشاد الطالبین میں فرماتے ہیں کہ اولیاء کو یہ جائز ہے کہ جو انعامات اللہ کی جانب سے اُن پر عطا کیے گئے ہیں ان کا لوگوں پر اظہار کریں (تاکہ لوگ ان کے مرتبے کو سمجھیں اور ان سے فائدہ حاصل کریں۔

چنانچہ قصائد غوث الثقلینؒ، مکتوبات امام ربانیؒ اور شیخ اکبرؒ کی تصانیف اس سے مملو ہیں کیونکہ حق تعالیٰ کا بھی یہی ارشاد ہے " واما بنعمۃ ربك فحدث" الآیہ یعنی اپنے رب کی عنایت کردہ نعمتوں کا اظہار کرو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ارشاد ہے "یعنی اظہار نعمت ادائیگی شکر ہے بیہقیؒ نے اس حدیث میں اتنا اور زیادہ کیا ہے کہ" وترکہٗ کفر" جس کا مطلب یہ ہوا کہ اظہار نعمت ادائیگی شکر ہے جس کا ترک کفران نعمت ہے۔ ابن جریر نے اپنی تفسیر میں ابی برہ غفاری رضؓ سے روایت کی ہے کہ مسلمان (صحابہ) یہ نہیں جانتے تھے کہ خدا کی نعمتوں کا اظہار اس کے شکر ادا کرنے کا طریقہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید (سورۃ ابراہیم آیہ) "اگر تم شکر کرو گے تو تم کو زیادہ نعمت دوں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو میرا عذاب بڑا سخت ہے"۔ دیکھو اللہ کی نعمتوں کے کفران کا صلہ عذاب شدید ہے" فردوس" میں دیلمی سے اور "حلیہ" میں ابو نعیم سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک روز منبر پر تشریف لے جا کر فرمایا کہ "الحمد للہ الذی صیرنی لیس فوقی احد"

جامع صغیر ص ۱۳۳، ج ا

یعنی اس خدا بے نیاز کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ جس نے مجھے سب سے بالاتر بنایا یہ کہہ کر منبر سے اتر آئے۔ لوگوں نے اس کی وجہ دریافت کی۔ آپ نے جواب دیا کہ میں نے یہ الفاظ صرف اظہار شکر کے لیے عرض کیے تھے۔ ابو حاتم نے مقیم سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور ان سے مصافحہ کے بعد پوچھا کہ کیوں جناب " واما بنعمة ربك فحدث " کی تفسیر کیا ہے۔ تو انھوں نے جواب دیا کہ اس کا یہ مطلب ہے کہ اگر کوئی شخص اچھا کام کرے تو اس کو چاہیئے کہ اپنے گھر والوں کو اس سے مطلع کرے اس باب میں بہت سی حدیثیں ہیں اور لاتعداد اقوالِ صحابہؓ ہیں اور بے شمار سلف صالحین کے ارشادات ہیں۔

فتاویٰ رشیدیہ میں حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کا ارشاد ہے کہ اگر لوجہ اللہ نیتِ خیر سے کسی نیک کام کو ظاہر کر دیا تو کوئی مضائقہ نہیں بلکہ بعض اوقات ازدیاد خیر کا باعث ہے۔

خدام و متوسلین کی تعلیم و تربیت کی غرض سے خود حضرت اقدس شیخ دام مجدہٗ کو بھی یہ فرماتے سنا ہے کہ کسی کے نفع کی خاطر اگر میرا ثواب ضائع بھی ہو جائے تو مجھے گوارا ہے۔ بندہ کے خیال میں ایک طرف تو یہ ایثار و سخاوت کا اعلیٰ درجہ ہے انشاء اللہ ان وجوہ سے ثواب مضاعف ہی ہوگا دوسری طرف حضرت کی کمال تواضع کی علامت ہے کہ تحدیث نعمت کرتے ہوئے بھی اپنے نفس سے ڈرتے ہیں کہ اپنے ثواب کے ضائع ہونے کا بھی خیال ہے گو اس کو گوارہ فرماتے ہیں کیونکہ اپنے نفس کی پاکی کا دعویٰ یعنی تزکیۂ نفس اور اظہارِ نعمت بظاہر ایک دوسرے کے

مشابہ ہیں اور حقیقت میں دونوں میں بہت فرق ہے ظاہر مشابہت کی وجہ سے مبتدی دونوں میں تمیز نہیں کر سکتا اس لیے مبتدی کو اظہارِ نعمت کرنے میں بھی احتیاط کرنا چاہیئے لیکن اگر کوئی کاملین کی نعمتوں اور فیوض کو اولیاء اللہ کی شہادتوں کی بنا پر لوگوں پر ظاہر کر دے تاکہ وہ ان سے متمتع ہوں تو یہ ایک مبارک کام ہوگا کہ" الدال علی الخیر کفاعلہ[1] (الحدیث) اور ان احب عباد اللہ الی اللہ من حبب عباد اللہ الی اللہ وحبب اللہ الی عبادہ" (الحدیث) یعنی بندوں میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو بندوں میں اللہ کی محبت ہونے کا اور بندوں کے عند اللہ محبوب ہونے کا ذریعہ بنے۔

اور یہ چیز اولیاء اللہ کی محبت و عقیدت سے متعلق ہے کہ اولیاء اللہ کے وجود کی عمومی برکت اور ان سے تعلق اور ان کی صحبت کا عمومی فائدہ حاصل کرنے کے لیے تو ان کے کمالات کا اظہار اور تعارف کی ضرورت نہیں۔ اگر اولیاء سے اعراض اور مخالفت نہ ہو تو حسبِ استعداد سب تعلق والوں کو نفع ہوتا ہے حتیٰ کہ حیوانات و جمادات تک میں ان کے مبارک اثرات آجاتے ہیں لیکن اولیاء کے باطن سے پوری طرح فیضیاب ہونے کے لیے کمال محبت، عشق و فنا کے درجہ میں حاصل ہونا ضروری ہے کہ اسی سے شیخ کے ساتھ ربطِ تام حاصل ہوتا ہے اور شیخ کے باطنی انوار مرید میں منتقل ہوتے ہیں اور بطریق جذب طالب واصل باللہ و مقبول عند اللہ ہو جاتا ہے۔ ارادت کی مضبوطی اور محبت و عقیدت

[1] الجامع الصغیر للسیوطی صد ۱۵ ج ۲

سے ایک ہی صحبت مرید کو اس قابل کر دیتی ہے کہ شیخ کی ایک ہی نگاہ کیمیا اثر سے وہ کامل ہو جاتا ہے اور شیخ کے فیوض کا حامل ہو جاتا ہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مختصر صحبت سے فتوحات حاصل ہونے کا راز ان کی کمال ارادت میں مضمر تھا۔

اعتقاد کی برکت میں یہاں سلطان العارفین شیخ یحیٰی منیری رح کی بیان کردہ ایک پُرلطف حکایت عرض کرتا ہوں۔ فرمایا ایک دفعہ بصرہ میں سخت خشک سالی پھیلی۔ لوگ نماز و دعا اور گریہ زاری کے لیے میدان میں جا نکلے۔ ہزار چیختے چلاتے ہیں مگر فریاد سنی نہیں جاتی۔ آسمان پر بدلی کا نام نہیں۔ اتفاق سے کوئی شخص ادھر سے گزر رہا تھا اس نے دیکھا کہ ہزاروں اشخاص جمع ہیں دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے ہوئے ہیں اور آنکھیں کھلی ہیں آنسوں برس رہے ہیں لیکن پانی نہیں برستا۔ اسکی شفقت عام موجزن ہوئی۔

کہنے لگا "اے اللہ بطفیل اس بھید کے جو ہماری آنکھ میں ہے پانی برسا اتنا کہنا تھا کہ جھوم کے بدلی آئی اور ٹوٹ کے پانی برسنے لگا۔

اس جماعت میں سے ایک شخص جو سب کچھ دیکھ اور سن رہا تھا۔ دوڑتا ہوا اس کے پیچھے ہو لیا یہاں تک کہ ایک مقام پر پہنچ کر اس سے بات کرنے کا موقع مل گیا۔ اس نے کہا اے شیخ عصر! ہماری ایک عرض ہے وہ بولا فرمایئے اس نے التماس کی کہ کون سا سِر حضورِ والا کی چشمِ مبارک میں پنہاں ہے جس کو شفیع لانے سے پانی فوراً برسا۔ اس نے کہا اے بھائی! نہ ہم ولی نہ پیر نہ فقیر جیسے سب عوام الناس ویسے ہی

ہی ایک بندہ گنہگار ہم بھی ہیں صرف اتنی سی بات ہے کہ ان آنکھوں نے حضرت سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی رح کو بایزید سمجھ کر دیکھا ہے ۔ یہ دیکھنا جو رنگ نہ لائے ، یہ دیکھنا جو کمال ظاہر نہ کرے تعجب ہے اگر باتیں ان بزرگوں کی دل کے لیے جان ہیں تو کل افعال و صفات ان کی بند کشا و حل کنندہ مہمات ہیں ۔

مقصد یہ کہ شیخ کی عقیدت و محبت ساری ترقیات و سعادت کی کلید ہے ۔ شیخ کی محبت و عقیدت کی برکت سے ایک محب صادق شیخ کی ملاقات کے بغیر دور سے بھی فیض یاب ہو سکتا ہے جبکہ بغیر محبّت کے ایک حاضر باش خادم کو کامیابی نہیں ہوتی اور محبت و حاضر باشی دونوں ہوں تو نورٌ علی نور ۔

لہذا محبت و عقیدت پیدا ہونے کے اسباب مہیّا کرنا ایک بڑا کار خیر ہے کسی سے محبت ہو جانے کے اسباب میں ایک سبب اس کے علمی و عملی کمالات کا علم ہوتا ہے لیکن اگر کسی طریقہ سے اس کے مقبول و محبوب عند اللہ ہونے کا علم ہو جائے تو سچی عقیدت اور پکی محبت اس درجہ پیدا ہو جاتی ہے کہ سلاطینِ وقت اور بڑے بڑے علماء و زہاد اس کی جوتیاں سیدھی کرنے کو فخر خیال کرتے ہیں ۔

بندہ کو حضرت اقدس شیخ دام مجدہٗ کی اسی محبوبیت کی لائن کو بیان کرنا ہے ۔ جس کا بیان بندہ کے لیے مشکل ہی نہیں محال اور ناممکن تھا لیکن اولیاء اللہ کے بیان کردہ اقوال اور واقعات کا نقل کرنا آسان ہے اور اللہ چاہیں تو اس سے مقصد تحریر پورا ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو حضرت اقدس کی سچی محبت و عقیدت عطا فرما کر اپنی رضا و محبت سے نواز دے ۔ آمین

حضرت کے یہ قصے کوئی جدید انکشافات نہیں ہیں عام متعلقین کو معلوم ہیں اور آپ بیتی، وصف شیخ۔ ولی کامل وغیرہ کئی جگہ چھپے ہوئے ہی معتبر کتب سے صرف ایک نوع یعنی اولیاء اللہ کی شفقتوں کے واقعات کا یکجا تذکرہ کرنا ہے اس تذکرہ کی حیثیت محض تاریخی معلومات نہیں ہے بلکہ اللہ کے محبوبوں کے شیریں تذکرہ سے نزول رحمت ہوتی ہے اوران کے ذکر کے ساتھ ذکر اللہ و تعلق باللہ نصیب ہوتا ہے۔ مریدوں کے دلوں کو تقویت ہوتی ہے۔ بہرحال بندہ کو اپنے پیارے آقا و مرشد کی باتیں بار بار بیان کرنے کا حق ہے اور شوق ہے اور خود طبع کرانے میں یہ بھی خیال ہے کہ اسکی آمدنی روٹی ملنے کا سبب بنے گی۔

آشنا بیٹھا ہو یا نا آشنا
ہم کو مطلب اپنے سوز ساز سے

واقعات کے بیان کرنے سے پہلے حضرت کا مختصر تعارف بھی بعض نئے حضرات کے لیے مفید ہوگا۔

مختصر تعارف

جامع شریعت وطریقت فخر الاماثل قطب العالم محدث سہارنپوری ومہاجر مدنی حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہٗ ابن حضرت علامہ محمد یحییٰ کاندھلوی رح کی ولادت باسعادت ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ میں ہوئی۔ ۱۳۳۵ھ میں جامع مظاہر علوم میں مدرس ہوئے۔ دوسری مرتبہ ۱۳۴۶ھ میں مدینہ منورہ میں شیخ العرب والعجم حضرت سہارنپوری قدس سرہٗ کے ساتھ یک سالہ قیام کے بعد جامعہ مظاہر علوم کے شیخ الحدیث اور مشیر ناظم بنائے گئے اور ۱۳۷۳ھ سے

جامعہ کے سرپرست ہیں۔

جامعہ میں درس حدیث کی مدت ۴۳ سال ہے جس میں ابوداؤد شریف تقریباً ۳۰ مرتبہ، بخاری شریف جلد اوّل ۲۵ مرتبہ اور کامل دونوں جلدیں سولہ مرتبہ اور اس کے علاوہ مشکوٰۃ شریف نسائی اور موطا امام محمد بھی پڑھائیں اس عرصہ میں ۱۸۲۱ طلباء نے آپ سے حدیث پاک پڑھی جس میں ہندوستان، پاکستان کے علاوہ سعودی عرب افریقہ، انگلستان، افغانستان وغیرہ سب ملکوں کے طلباء شامل ہیں۔

۱۳۴۵ھ مدینہ منورہ میں شیخ العرب والعجم حضرت سہارنپوریؒ کی طرف سے چاروں سلسلوں میں بیعت وارشاد کی عام اجازت اس طرح سے ملی کہ حضرت سہارنپوریؒ نے اپنا عمامہ شریف اتار کر حضرت کے بندھوایا اس کی تفصیل آگے آئے گی۔ اس وقت سے دنیا کے تمام ممالک میں مریدین ہزاروں کی تعداد میں پھیلے ہوئے ہیں اور مختلف ممالک میں تقریباً ۱۰۰ کی تعداد خلفاء و مجازین کی اب تک ہو چکی ہے۔ جن میں عام خلفاء کے علاوہ وقت کے بڑے بڑے محدث مفتی کبار علماء اور بہت سے مشائخ کے شیخ اور تبلیغی جماعت کے خواص اہلِ شوریٰ شامل ہیں۔ جس نے بچپن میں کہا تھا کہ میرا جی چھپنے کو چاہتا ہے اسکو اللہ تعالیٰ نے اتنا ظاہر کیا جس کی نظیر ملنا مشکل ہے

اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل کے ذریعہ آسمانوں اور زمینوں میں اس کی ڈونڈی پٹوا دی جیسا کہ آگے حدیث پاک آ رہی ہے۔

صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "من تواضع للہِ رفعہ اللہ"۔

تصانیف میں کلامِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمات ایک نظر میں !

(ماخوذ از تحریر مولانا سید محمد شاہد مؤلف تاریخ مظاہر)

حضرت شیخ زید مجدہٗ کو اللہ تعالیٰ نے جن خصائص و امتیازات سے نوازا ہے ان میں سے ایک اہم نعمت آپ کی تصانیف عالیہ اور تالیفات مبارکہ ہیں جن کی تعداد سو کے قریب ہے یہ دو قسموں پر مشتمل ہیں۔ ایک عربی زبان میں خالص علمی و تحقیقی ہے جو راسخین فی العلم کے لیے ہے ان کے مباحث بڑے دقیق بڑے عالمانہ اور محققانہ ہیں اس نوع کی فہرست میں "اوجز المسالک" شرح "موطا امام مالک" ۱۵ جلدیں "لامع الدراری" شرح بخاری شریف دس جلدیں۔ "کوکب الدراری" شرح ترمذی شریف چار جلدیں۔ "بذل المجہود" شرح ابوداؤد بیس جلدیں اور "تراجم بخاری" جیسی کتب نصف صدی سے زائد مدت کے اشتغال حدیث میں یہ بیش قیمت شروحاتِ حدیث وجود میں آئیں کوئی نہیں بتا سکتا کہ ان کے لکھنے اور مرتب کرنے میں کیسی کیسی قربانیاں حضرت شیخ کو دینی پڑیں۔ کیسے کیسے اونچے عہدے اور بیش قیمت تنخواہوں کے وعدے ان کتابوں کی خاطر ٹھکرائے گئے اور کس قدر لذاتِ دنیا اور جوانی کی امنگوں اور خواہشوں کو قربان کر کے حدیث شریف کے ان جواہر پاروں کو اہلِ علم تک پہنچایا گیا۔ علماء فرماتے ہیں کہ "اوجز" اور "لامع" نے متقدمین کی یاد تازہ کر دی۔ مالکی اور حنبلی علماء فرماتے ہیں کہ ہمیں اپنا اپنا مسلک اور مذہب اس حنفی عالم کی کتب سے معلوم ہوتا ہے۔

حضرات اہل علم کے بعد دوسرا طبقہ دیندار اور دین پسند عوام کا ہے ان کے لیے آپ کی بہت سی تصانیف عام فہم اردو زبان میں ہیں تبلیغی نصاب

ان سب سے ممتاز اور عالم گیر ہے جو نو کتب پر مشتمل ہے ان میں قرآن و حدیث سے دین کا شوق پیدا کرنے والے مضامین اور واقعات ہیں اس کی اشاعت لاکھوں سے متجاوز ہے ملکی اور غیر ملکی سب زبانوں میں اس کے ترجمے ہو گئے ہیں۔

اس کے علاوہ "الاعتدال" "آپ بیتی" "فضائل صدقات" وغیرہ مختلف موضوعات پر ایسی کتب ہیں جن کی مدد سے اور بھی سینکڑوں چھوٹے چھوٹے مفید رسالے آسانی سے لکھے جا سکتے ہیں۔ اس نوع کی تصانیف کا سلسلہ اس انتہائی معذوری کے دور میں بھی جاری ہے اس کے علاوہ ہزاروں کی تعداد میں علمی اصلاحی خطوط کا سلسلہ ہے۔

مذکورہ بالا علمی و عملی کمالات ظاہر و باہر ہیں۔ اسی طرح بے مثال ریاضت، اتباع سنت زہد و قناعت، تقویٰ و تواضع ایثار و قربانی سخاوت و تحمل اور متضاد کمالات کا جمع وغیرہ واقعات حضرت کی سوانح میں بے شمار ہیں۔ تفصیل کے لیے "متبرک کتاب" "وصفِ شیخ" کا مطالعہ کریں۔

مگر ان سب کمالات کا حقیقی اعتبار تعلق باللہ اور قبولیت عنداللہ پر ہے اور یہی چیز ولایت کہلاتی ہے جو ایک پوشیدہ امر ہے جس کا یقینی علم کسی کو حاصل نہیں ہو سکتا کہ وحی بند ہو چکی اور نبوت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے لیکن نائبین رسالت کے ذریعے نبوت کا کام یعنی ارشاد و ہدایت کا سلسلہ قیامت تک کے لیے جاری رہنا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اپنے مقبول بندوں کی مقبولیت و محبوبیت کو ظاہر کرنے کے لیے ایک ایسا نظام مقرر فرمایا دیا جس سے اس امر کا معلوم ہونا آسان ہو گیا اس خدائی نظام کو حدیث پاک میں اس طرح بیان فرمایا ہے کہ :-

اِنَّ اللّٰہَ اِذَا اَحَبَّ عَبْدًا دَعَا جِبْرَائِیْلَ فَقَالَ اِنِّیْ اُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبَّہٗ قَالَ فَیُحِبُّہٗ جِبْرَئِیْلُ ثُمَّ یُنَادِیْ فِی السَّمَاءِ فَیَقُوْلُ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبُّوْہُ فَیُحِبُّہٗ اَھْلُ السَّمَاءِ ثُمَّ یُوْضَعُ لَہٗ الْقَبُوْلُ۔

رواہ مسلم، مشکوٰۃ شریف صہ۴۲۵ باب الحب فی اللہ فصل اوّل۔

یعنی جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اپنا دوست بناتا ہے تو جبرئیل کو آواز دیتا ہے کہ جبرئیل میں فلاں بندہ کو دوست رکھتا ہوں تم بھی اسے دوست رکھو پس جبرئیل اسے دوست رکھتے ہیں پھر یہی اعلان تمام آسمانوں میں کر دیتے ہیں حتیٰ کہ زمین میں بھی اسکے واسطے قبولیت رکھ دی جاتی ہے۔

اس نظام کے تحت اعلان کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اولیاء اللہ کے صافی قلوب جن میں فرشتوں کے الہام قبول کرنے کی استعداد ہوتی ہے پہلے ان میں قبولیت ومحبوبیت ہوتی ہے بعد میں قبول عام ہوجاتا ہے اور اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے "اِنَّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَیَجْعَلُ لَھُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا" بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اچھے کام کیے اللہ تعالیٰ ان کے لیے محبت پیدا کردے گا (مریم آیت ۹۶) یعنی جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کیے حق تعالیٰ ان کے لیے دنیا میں ہی محبوبیت فرما دیں گے۔ اس محبوبیت عامہ کا اثر انسانوں سے گذر کر حیوانوں اور جمادات تک میں آجاتا ہے اور جو شقاوت ازلی کی وجہ سے جانوروں اور پتھروں سے بھی گئے گذرے ہوں ان میں نہیں آتا بلکہ وہ مارے حسد کے دشمن ہو جاتے ہیں)

حجۃ الوداع میں سید الکونین حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے قربان ہونے کے لیے اونٹوں کا ایک دوسرے سے بڑھ کر پیش

ہونا کہ ہر ایک جلد قربان ہونا چاہتا تھا اور زبان حال سے کہتا تھا ؎

سر بوقت ذبح اپنا ان کے زیر پائے ہے
یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

اور کھجور کے تنے اسطوانہ حنانہ کا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی میں اس زور سے رونا کہ مسجد گونج گئی اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لیے جنگل کے درندوں کا مطیع ہونا اور بعض اولیاء اللہ کا شیروں پر سواری کرنا اور ان کے لیے دریاؤں کا مسخّر ہونا وغیرہ بے شمار واقعات اسی محبوبیتِ عامہ ہی کا پتہ دیتے ہیں ۔ حدیث مذکورہ بالا کے مطابق قبولیت کی یہی ترتیب معتبر ہے جو کہ اوپر سے شروع ہو۔ پہلے اولیاء کاملین کے دلوں میں محبت پیدا ہو بعد میں محبوبیت عامہ ہو اور حضرت شیخ دام مجدہٗ کی قبولیت بھی اسی ترتیب سے ہوئی ہے کہ حضرت کی قدر جتنی اکابر نے کی اصاغر محجوبین نے شروع میں اتنی نہیں کی ۔

قدر گوہر شاہ داند یا بداند جوہری

اب حضرت کے بارے میں شاہوں کے ارشادات و واقعات سنیں جو جو یوم میلاد ہی سے شروع ہو گئے ۔

ولادت باسعادت پر

حضرت کے دادا عارف باللہ حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب قدس سرہٗ کو جب ولادت کی خوشخبری ملی تو ان کی زبان سے بے اختیار نکلا کہ سہارا بدل آ گیا" چنانچہ اسی مہینہ میں انھوں نے رحلت فرمائی ۔

کس کا بدل ؟

ایسے بزرگ کا بدل جن کو سلوک کے اشغال اختیار کیے بغیر ہی سلوک کا منتہا " احسان " کا درجہ حاصل تھا۔ چنانچہ انھوں نے ایک بار قطب العالم حضرت گنگوہی رح سے طریق سلوک کے حصول کی درخواست کی تو حضرت نے فرمایا کہ آپکو اس کی حاجت نہیں کیونکہ جو اس طریق اور ذکر شغل کا مقصود ہے وہ آپ کو حاصل ہے اب اس میں لگنے کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص قرآن مجید پڑھنے کے بعد یوں کہے کہ قاعدہ بغدادی میں نے نہیں پڑھا اس کو بھی پڑھ لوں

حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کی مقبولیتِ عامہ کی وجہ سے حضرت کی وفات پر کثرتِ ہجوم کی بنا پر لوگوں نے بار بار نماز پڑھی جس کی وجہ سے تدفین میں تاخیر ہوگئی اس عرصہ میں ایک صاحب اور اک بزرگ نے یہ دیکھا کہ مولانا محمد اسمٰعیل صاحب فرما رہے ہیں " مجھے جلدی رخصت کر دو میں بہت شرمندہ ہوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ساتھ میرے انتظار میں ہیں ۔

یہاں دادا جان رح کی خصوصیات میں سے صرف ایک صفت احسان کا ذکر ہوا جس کے متعلق حضرت گنگوہی رح نے فرمایا کہ وہ اصطلاحی تصوف سے بے نیاز ہیں اور یہ ان کی بڑی عمر کا واقعہ ہے لیکن انھوں نے جن کو اپنا بدل فرمایا تھا وہ اس درجہ کے نعم البدل ثابت ہوئے۔ کہ ان کو سلوک کے اہم اجزاء میں سے تجرد عن الخلائق، یکسوئی و تبتل اور ریاضت بچپن ہی سے حاصل ہو گئے تھے چنانچہ تین سال کی عمر میں یہ خیال آپ کے ذہن سے خارج ہو گیا تھا کہ دنیا میں کوئی چیز میری ہے ۔

حضرت والدہ رح کی کرامت

اس جذبہ کا عجیب واقعہ اس طرح ہوا کہ والدہ صاحبہ نے ایک لال خوبصورت

کپڑے کا تکیہ بنایا تھا جس کے متعلق خود حضرت اقدس زید مجدہ تحریر فرماتے ہیں کہ وہ تکیہ مجھے اتنا محبوب تھا کہ بجائے سر کے وہ میرے سینہ کے اوپر رہا کرتا تھا میں اس کو پیار کرتا اور کبھی سینہ سے چمٹایا کرتا۔ والد صاحبؒ نے آواز دے کر فرمایا" زکریا! مجھے تکیہ دے دے" مجھ میں پدری محبت نے جوش مارا اور اپنے نزدیک انتہائی ایثار اور گویا دل پیش کر دینے کی نیت سے میں نے کہا کہ "میں اپنا تکیہ لاؤں" فرمایا کہ" ورلے آ" میں انتہائی ذوق وشوق میں کہ ابا جان اس نیاز مندی اور سعادت مندی پر بہت خوش ہوں گے دوڑا ہوا گیا انھوں نے بائیں ہاتھ سے میرے دونوں ہاتھ پکڑ کر اپنے دائیں ہاتھ سے منہ پر ایسا زور سے تھپڑ رسید کیا کہ آج تک تو اس کی لذت بھولا نہیں اور مرتے وقت تک امید نہیں کہ بھولوں گا۔ اور یوں فرمایا کہ" ابھی سے باپ کے مال پر یوں کہتا ہے کہ اپنا لاؤں کچھ کما کر ہی کہنا کہ اپنا لاؤں" اللہ ہی کا فضل وکرم ہے اور محض اس کا فضل وکرم ہے کہ اس کے بعد سے جب کبھی یہ واقعہ یاد آجاتا ہے تو دل میں یہ مضمون پختہ ہوتا چلا جاتا ہے کہ اپنا اس دنیا میں کوئی مال نہیں اور اللہ کا شکر ہے کہ دن بدن یہ مضمون پختہ ہی ہوتا جاتا ہے۔

بچپن میں یکسوئی اور تحصیل علم میں انہماک

اس لائن کے بھی کئی قصے ہیں جن میں سے کچھ آپ بیتی میں آگئے لیکن ناظرین کی رعایت میں بندہ بہت ہی اختصار چاہ رہا ہے اس لیے صرف ایک ہی واقعہ لکھتا ہوں یہ فرمایا

" ایک دفعہ میرا جوتہ گم ہوگیا تو تقریباً چھ ماہ تک مجھے دوسرا جوتہ خریدنے کی ضرورت نہیں ہوئی کیونکہ اس مدت میں مجھے مدرسہ سے باہر قدم نکالنے کی

نوبت ہی نہیں آئی مدرسہ ہی کی مسجد میں جمعہ ہوتا تھا اور مدرسہ کی بیت الخلا کے باہر ایک دو جوتے جو کسی کے پرانے ہو جائیں وہ ڈال دیتا تھا جواب تک بھی دستور ہے اس وجہ سے مجھے کسی ضرورت کے واسطے بھی مدرسہ کے دروازے سے نہ تو باہر قدم رکھنا پڑا نہ جوتے کی ضرورت ہوئی۔ اس طرح سے خلوت نشینی کی محبت دل میں بیٹھ گئی اور اس میں پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ سے موافقت ہو گئی۔

چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:۔ پھر آپ کے لیے خلوت نشینی محبوب بنا دی گئی۔ آپ غارِ حرا میں خلوت گزینی فرماتے اور کئی کئی رات گھر لوٹنے سے قبل عبادت الٰہی میں مشغول رہتے، اور اس کے لیے توشہ لے جایا کرتے (جب ختم ہو جاتا) تو حضرت خدیجہ رضؓ کے پاس تشریف لاتے اور پھر اس کے مثل توشہ لے جاتے یہاں تک کہ آپؐ کے پاس وحی آگئی جب کہ آپ غار حرا ہی میں تھے۔

(بخاری شریف جلد اوّل کذا فی وصف شیخ)

یہ باتیں کتنے اشغال اور ریاضتوں کے بعد حاصل ہوتی ہیں جو حضرت زید مجدہٗ کو بچپن ہی سے حاصل ہو گئیں۔ رذائل کے دُور ہونے اور تعلق مع اللہ کی استعداد پیدا کرنے کے لیے جو اذکار و اشغال کرائے جاتے ہیں وہ پہلے ازالۂ امراض کا کام کرتے ہیں پھر تزکیہ کے بعد یہی اذکار تقویت، نسبت اور تغذیۂ روح کا کام کرتے ہیں۔ اندازہ فرمائیے کہ جس کا تزکیہ بچپن ہی کی تربیت میں ہو چکا ہو۔ اس کی طویل عمر کی ریاضت و ذکر سے قوتِ نسبت اور روحانی عروج کا کیا حال ہو گا۔ اس کو حضرت رائپوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ ان لوگوں کی جہاں سے ابتدا ہوتی ہے ہماری انتہا ہوتی ہے۔

پاؤں میں زنجیر

حضرت کی عمر شریف جب پانچ سال کی ہوئی تو حضرت کے والد صاحب رح کے ایک محبوب شاگرد نے خواب دیکھا تھا کہ ایک شخص نے حضرت کے پاؤں میں زنجیر ڈال دی۔ حضرت والد صاحب رح نے اس وقت اس کی یہ تعبیر دی تھی کہ بچہ کو ثبات فی الدین نصیب ہوگا۔ حدیث پاک میں بھی اس خواب کی یہی تعبیر ہے۔

حضرت کی عمر شریف جب ۱۳ سال کی ہوئی تو خود حضرت کے ایک خواب کی تعبیر میں حضرت اقدس سہارنپوری رح نے فرمایا تھا کہ عنایت الٰہی تمہارے شامل حال ہے۔

تعلق مع اللہ کے حصول کی شہادت

جس کو چار پانچ سال کی عمر سے سلوک کے مقام حاصل ہونا شروع ہو گئے ہوں اور وہ اس عمر میں قطب العالم حضرت گنگوہی رح کی گود میں کھیلا ہو اور جس کا بچپن شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری رح کی خصوصی شفقتوں و توجہات میں گذرا ہو اس کے تعلق مع اللہ کی شہادت ایسے والد بزرگ نے دی جو ایک طرف تو تربیت و نگرانی کے غیر معمولی سخت و محتاط تھے اور دوسری طرف حضرت قطب العالم گنگوہی رح کی خدمت میں ۱۲ برس پیش کار رہ کر سلوک میں خصوصی بصیرت حاصل کر چکے تھے اور حضرت امام ربانی رح کو اولاد سے زیادہ پیارے تھے کہ ان کی چند منٹ کی غیبت حضرت کو بے چین اور بے کل کر دیتی تھیں۔ چنانچہ جب ہ۔

حضرت کی عمر ١٨ برس کی ہوئی تو والد صاحبؒ نے حضرت شاہ عبدالرحیم صاحبؒ کو اپنے ایک خط میں جو خود حضرت شیخ ہی کے ہاتھ سے لکھوایا تھا یہ تحریر فرمایا کہ اب تک عزیز زکریا کی بیڑی میرے پاؤں میں زنجیر بنی ہوئی تھی کہ میں اس کی وجہ سے کہیں آ جا نہیں سکتا تھا اللہ کا شکر ہے کہ اب اس کی طرف سے اطمینان ہو گیا۔

حضرت شاہ صاحبؒ کو چونکہ بہت اشتیاق رہتا تھا اس لیے والد صاحب طویل قیام کے لیے رائپور تشریف لے گئے اور وہاں سے حضرت شیخ کو تحریر فرمایا کہ بڑوں کی نگرانی کی حاجت اس وقت تک رہتی ہے جب تک تعلق مع اللہ پیدا نہ ہو۔ اور اس کے بعد ضرورت نہیں رہتی اللہ کا شکر ہے کہ اس کے فضل سے تمہارے اندر پیدا ہو گیا اب میری ضرورت نہیں رہی۔

حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ کی شہادت

جب عمر شریف تقریباً ٢٣ برس کی تھی تو ایک دفعہ حضرت حکیم الامت کی تشریف آوری پر حضرت شیخ زید مجدہٗ اسٹیشن پر تشریف لے گئے۔ بڑا مجمع موجود تھا۔ جب حضرت نے مصافحہ کیا تو مصافحہ کے ساتھ ہی حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے ارشاد فرمایا کہ اکابر کے یہاں تربیت کے بھی طرق عجیب اور مختلف ہوتے ہیں۔ اکتساب بھی ایک طریقہ ہے۔ یعنی حضرت سہارنپوریؒ قدس سرہٗ نے کتاب لکھواتے ہی میں تربیت باطنی اور منازل سلوک طے کرا دیئے۔ اشغال کا متعارف سلوک اختیار نہیں کرنا پڑا۔

حضرت منشی رحمت علی صاحب قدس سرہ کی شہادت

حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب قدس سرہٗ کے خلفاء میں حضرت منشی صاحبؒ

جو قوت نسبت ، باطنی ادراک ، کشف اور روشن ضمیری میں خاص طور سے مشہور تھے انھوں نے حضرت شیخ کے اسی بچپن کے زمانے میں فرما دیا تھا کہ یہ (حضرت شیخ) اپنے چچا (مجدد تبلیغ حضرت شاہ محمد الیاس رح) سے تو ابھی سے بڑھ گیا ہے ان کے کشف کی تائید خود حضرت کے چچا جان رح کے ارشادات میں آگے آئے گی۔ یہ اَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللّٰهِ فِي الْاَرْضِ (تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو) کا ظہور ہے۔ (مشکوٰۃ شریف باب مشی الجنازہ والصلوٰۃ علیہا فصل اول ص۱۴۵)

اور یہ ابتداء تھی اب جوانی کا دور سنو!
دکھائی جاتے جوان کی جوانی دیکھتے جاؤ

قرۃ عینی و قلبی

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری مہاجر مدنی قدس سرہ جن کو حضرت سید الطائف حاجی صاحب رح اپنے سلسلہ کا فخر فرماتے تھے اور قطب العالم حضرت گنگوہی رح نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے قرۃ العین سعید ازلی خلیل احمد کو نسبت صحابہ سے نوازا ہے وہ بذل المجہود کے مقدمہ میں حضرت شیخ زید مجدہٗ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔

وَ اعانني عليه بعض احبابي	اور میری مدد کی اس تصنیف پر میرے بعض
خصوصًا منهم عزيزي	دوستوں نے خاص کر میرے عزیز
و قرة عيني و قلبي الحاج	اور آنکھوں کی ٹھنڈک حاجی حافظ
الحافظ محمد زكريا بن مولانا	مولوی محمد زکریا بن مولانا حافظ حاجی
الحاج محمد يحيى الكاندهلوي	مولوی محمد یحییٰ کاندھلوی رح کیونکہ میں
رحمة الله عليه فاني كنت لا	ہاتھ میں رعشہ اور دماغی ضعف

اقدر علی الکتابة ولا علی
التتبع برعشة حدث فی
بدنی وضعف فی دماغی
وبصری فکنت املی علیه
وھو یکتب ویتتبع
المباحث المشکلة من
مظانھا فیسھل علی املاؤھا
نشکر اللّٰہ تعالیٰ سعیه و
احسن جزاءہ وما بذل منه
جھدہٗ واکرمه اللّٰہ تعالیٰ
بعلومه الباطنة الظاھرة
النافعة فی الدنیا والاخرة
وبالاعمال المبروکة
المنعیة الزاھدة۔

پیدا ہو جانے کی وجہ سے خود
لکھنے اور کتابوں کی تلاش پر
قادر نہ تھا۔ میں بولتا رہتا تھا۔ یہ
لکھتے تھے اور مشکل بحثوں کو ان
کے گمانی مقالات سے تلاش
کرتے تھے تو مجھے بھی لکھوانے
سہل ہو جاتا تھا لہٰذا اللہ تعالیٰ ان
کی سعی کو قبول فرمائیں۔ اور ان
کو کہ محنت خوب صرف کی ہے نیک
جزا عطا فرمائیں اور انکو اللہ تعالیٰ
علوم باطنہ وظاہر نافعہ سے اور نیک
مقبول روشن اعمال سے بھی دنیا و
آخرت میں عزت بخشیں۔

مندرجہ بالا مقدمہ میں جو عبارت حضرت شیخ نے اپنے ہاتھ سے کاٹ دی تھی۔ وھو جدیر بان ینسب ھٰذا التعلیق الیه۔ یعنی اور وہ تو اس کے لائق ہیں یہ حاشیہ ان کی طرف منسوب کر دیا جائے۔ حضرت شیخ نے ان الفاظ کو کاٹ دیا۔

حضرت قدس سرہٗ نے جب مسودہ میں یہ عبارت کٹی ہوئی دیکھی تو فرمایا کہ میری عبارت کو کس نے کاٹ دیا۔ حضرت نے عرض کیا کہ میں نے کاٹا ہے کیونکہ اس میں گویا میری تعریف ہے لیکن بذل کی توہین ہے۔

نسبت اتحادی اور اجازت وخلافت

جس نسبت میں نسبت رشیدی وامدادی اور نسبت صحابہ جلوہ گر تھی وہ حضرت شیخ دام مجدہٗ کی طرف منتقل ہوئی۔ اسی وجہ سے جب سراپا نور و کمال حضرت مرشد العرب والعجم محدث سہارنپوری قدس سرہٗ نے حضرت شیخ زید مجدہٗ کو ۱۳۲۵ھ میں مدینہ منورہ سے رخصت کرتے وقت خلافت و اجازت سے سرفراز فرمایا اور چاروں سلسلوں میں بیعت وارشاد کی عام اجازت مرحمت فرمائی اور اپنے سر مبارک سے عمامہ اتار کر مولانا سعید احمد صاحب فیض آبادی کو دیا کہ حضرت شیخ کے سر پر باندھ دیں۔ جس وقت وہ عمامہ حضرت شیخ کے سر پر رکھا گیا تو حضرت شیخ زید مجدہٗ پر ایسا گریہ طاری ہوا کہ چیخیں نکل گئیں۔

بیٹے سے بڑھ کر

ایک دفعہ حضرت محدث سہارنپوریؒ سے کسی نے حضرت شیخ کے متعلق پوچھا کہ کیا یہ آپ کے بیٹے ہیں۔ فرمایا۔ اجی بیٹے سے بڑھ کر ہیں۔

ہمارے قلندر نے تو پہلے ہی کہدیا تھا۔

حضرت شیخ فرماتے ہیں:۔

ایک مرتبہ مدرسہ کے ایک طالب علم کا اخراج حضرت اقدس قدس سرہٗ (حضرت سہارنپوریؒ) نے طے کیا۔ میں نے مخالفت کی اور عرض کی کہ حضرت اس کے اندر یہ اندیشہ ہے۔ حضرت ناظم صاحبؒ مولانا عبد اللطیف نے اس کی تردید فرمادی کہ نہیں حضرت کوئی اندیشہ نہیں۔ حضرت نے اخراج فرما دیا

تھا وہی اندیشہ سامنے آگیا۔ حضرت قدس سرہٗ کو اس کا بڑا فکر ہوا اور حضرت ناظم صاحب کو بھی ندامت ہوئی میرے حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا "ہمارے قلندر نے تو پہلے ہی مخالفت کی تھی ہم نے ہی نہ مانی" میں نے عرض کیا حضرت فکر نہ فرمائیں۔ دعا و توجہ سے فرمائیں انشاء اللہ یہ اندیشہ جاتا رہے گا حضرت کو اس جواب سے اتنی مسرت ہوئی کہ اس کی لذت اب تک مجھے معلوم ہے اور حضرت کی دعا و توجہ سے فوری خطرہ جو پیش آیا تھا وہ اسی طرح فوراً دور ہو گیا

اللھم ولک الحمد کلہ ولک الشکر کلہ۔

حضرت رائپوری رح کا رشک توجہ نظری پر

فرمایا حضرت قدس سرہٗ کا ہندوستان میں بھی اور مدینہ پاک میں بھی بہت کثرت سے یہ معمول تھا کہ جب کبھی کھانے میں یہ سیاہ کار شریک ہوتا تو حضرت قدس سرہٗ کوئی بوٹی یا کباب کا ٹکڑا بہت شفقت سے دست مبارک سے مرحمت فرمایا کرتے تھے۔ مجھے تو کبھی اس طرف التفات بھی نہیں ہوا کہ حضرت کی شفقتیں اس سے بہت زیادہ رہتی تھیں لیکن مدینہ پاک میں یہ ناکارہ تو وقت کھانے میں شریک ہوتا ہی تھا۔ حضرت اقدس رائے پوری رح نور اللہ مرقدہٗ بھی بسا اوقات کھانے میں یا کسی دوسری چیز کے کھانے میں شرکت فرماتے۔ حضرت رائپوری رح نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ تجھ پر بڑا رشک آتا ہے کہ جب تجھے حضرت کوئی چیز کھانے کو مرحمت فرماتے ہیں تو پہلے اس چیز کو خوب گھورتے ہیں پھر مرحمت فرماتے ہیں کاش مجھے بھی اس طرح گھور کر کوئی کھلاتا۔ اس کے بعد میں نے بھی خیال کیا تو واقعی حضرت اقدس رائپوری رح نے صحیح فرمایا تھا

از بندہ ناقل :۔ قطب ربانی الشیخ عبدالوہاب شعرانی رح نے اپنی کتاب

"البحر المورود" میں اس توجہ کا ذکر فرمایا ہے کہ ہم سے عہد کیا گیا کہ ہم اپنے فیض و توجہ کو کھلنے پینے کی چیزوں میں اور ہر جائز گفتگو میں شامل کر دیں۔ اسی وجہ سے حضرت رائپوری کو رشک آتا تھا۔

مجدد تبلیغ حضرت مولانا الشاہ محمد الیاس صاحب قدس سرہٗ کا حضرت شیخ سے کمال محبت وعقیدت کا تعلق

حضرت شیخ زید مجدہٗ آپ بیتی میں تحریر فرماتے ہیں:

میرے صنو الاب، نائب شیخ، مربی و استاد کی شفقتیں تو میرے حال پر جتنی بھی ہونی چاہییں تھیں ظاہر ہے مگر ان شفقتوں کے ساتھ ساتھ ان کا طرز ایسا ہو گیا تھا جس نے مجھے شرمندہ کر رکھا تھا۔ (حالانکہ ان کو اپنا چچا ہونا بھی یاد رہتا تھا) یہاں حضرت شیخ کے چند مکاتیب اور ارشادات نقل کیے جاتے ہیں۔

بخدمت شریف عزیز محترم گرامی قدر دام اللہ فیوضکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ موجب مسرت و عزت ہوا۔ آنعزیز کی تشریف آوری کا بیحد اشتیاق ہے اگر بقول آپ کے میں حضرت ہوں تو آپ ماشاء اللہ حضرت گر ہیں ورنہ مجھ نکمّے اور ناکارہ کو کون پوچھتا اگر آپ کی توجہ و کرم نہ ہوتا حضرت (سہارنپوری) کے بعد سب سے پہلے آپ ہی نے الطاف و اکرام فرمایا پھر شیخ (رشید احمد) نے اظہار تعلق کیا۔ اور یہ سب آپ ہی حضرات کا طفیل ہے۔

آپ کی تشریف آوری کا جس قدر اشتیاق ہے اسی قدر خیال ہے کہ

ے یعنی باپ کے مثل (قائم مقام)

سامنے ہونے سے میری گندگیاں اور ظاہر ہوں گی مگر اس امید پر جی چاہتا ہے کہ آپ جیسوں کی مجالست اور ہم نشینی سے شاید اپنی کچھ اصلاح ہو جائے

فقط والسّلام

بندہ محمد الیاس عفی عنہ (مہر ڈاک خانہ ۵ فروری ۱۹۳۱ء)

اس گرامی نامہ کے وقت حضرت شیخ زید مجدہٗ کی عمر شریف صرف تقریباً ۳۵ سال تھی اور اس کے بعد اب پچاس لینی نصف صدی کی ترقیات کا کون ادراک کر سکتا ہے۔

دوسرا مکتوب عالی جبکہ حضرت کی عمر شریف تقریباً ۴۳ سال تھی۔

بعزیز محترم شیخ الحدیث زادت محاسنکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

میرے عزیز اس تبلیغ کے بوجھ کو بھاری سمجھتے ہوئے بطور اضطرار کے آپ کی خدمت میں دعا اور ہمّت کا سائل ہو کر یہ خط لکھ رہا ہوں۔

میرے عزیز اس میں شک نہیں کہ آپ کی ہر طرح کی ہمّت اور ہر طرح کی شرکت اس کے فروغ کا سبب ہے (آگے فرماتے ہیں) تمھاری اس ہمت کا اظہار ضروری سمجھتا ہوں کہ بندہ ناچیز کو اس تبلیغ کے اصول قرار دینے میں آپ کی صحبت کو بہت زیادہ دخل ہے حق تعالیٰ مجھے آپ کے شکر کی توفیق بخشیں۔

اللہ کو منظور ہوا اور جیسے کہ آثار ہیں یہ تبلیغ فروغ پکڑے گی تو انشاء اللہ یہ تمہاری تصانیف اور فیوض ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ عرب وعجم کو سیراب کریں گے۔

اللہ تعالیٰ تمھیں جزائے خیر دے۔ میری اس میں دعا سے ضرور مدد کیجیو اور میں بھی دعا کرتا ہوں

فقط والسلام

بندہ محمد الیاس ۲۶ رمضان ۱۳۵۰ھ مطابق ۹/ نومبر ۱۹۳۱ء

یہ مکتوب گرامی آج سے ۴۲ سال پہلے کا ہے جبکہ حضرت کی عمر شریف تقریباً ۴۳ برس کی تھی۔ حضرت دہلویؒ کی مندرجہ بشارت کو آج دنیا دیکھ رہی ہے کہا گیا ہے کہ چوبیس گھنٹوں میں کوئی وقت ایسا نہیں گزرتا جس میں دنیا کے کسی نہ کسی ملک میں حضرت کی کوئی نہ کوئی کتاب نہ پڑھی جاتی ہو اور تبلیغ کے مبارک کام میں حضرت شیخ دام مجدہٗ ہی کے خاص خلفاء اور مریدین دنیا کے ہر ملک میں خدمات انجام دے رہے ہیں اور اکثر مقامات پہ وہی اصل ہیں۔

ایک مکتوب گرامی میں تحریر فرماتے ہیں۔

مجھے آپ اور حضرت حافظ صاحب کے خط کا خصوصیت سے انتظار رہتا ہے کیونکہ اصل بنیاد تبلیغ کی آپ کے قلوب کی اہمیت آپ کی متانت اور استقلال ہر دل تسلیم کیے ہوئے ہے باقی سب آپ کے قلوب کی کٹھ پتلی ہیں۔

ایک مکتوبِ گرامی میں تحریر فرمایا:۔

میرا یوں جی چاہتا ہے کہ تبلیغ کے ہر نمبر کے متعلق ایک رسالہ آپ لکھدیں

ایک مکتوب گرامی کے شروع میں یہ جملہ ہے:۔

آپ غور فرمائیں گے تو آپ نہایت تصدیق فرمائیں گے میں آپ کی دعوات اور توجہات کا سخت ترین محتاج ہوں۔

ایک گرامی نامہ میں یہ القاب درج ہیں :-

گرامی قدر، عزیز محترم، منبع الاخلاق والشیم، معدنِ جود وکرم مخزن فضل وعلم، مولانا الشیخ الحافظ الحاج شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب۔

ایک مکتوب عالی کے شروع میں ہے

ستارہ نیّر من عزیزی سلمکم اللہ!

حضرت اقدس مولانا محمد الیاس قدس سرہٗ اپنے اکثر اہم امور میں حضرتِ شیخ زید مجدہٗ سے ضرور مشورہ لیا کرتے تھے خود حضرت شیخ اطال اللہ بقائہ تحریر فرماتے ہیں :-

ان کے یہاں تبلیغی سلسلہ میں بھی جب کوئی بات پیش آتی تو وہ بلا تکلف فرمادیتے کہ شیخ کے یہاں جب تک پیش نہ ہو اس وقت تک اس کا فیصلہ نہیں کر سکتا۔ میرے دہلی کے ہر سفر میں کئی کئی مسئلے ایسے ہوا کرتے تھے کہ جن کے متعلق میں سنتا تھا کہ وہ میرے مشورہ اور منظوری پر رُکے ہوئے ہیں اور ایک دفعہ دہلی جانے میں تاخیر ہوئی تو حضرت جی مولانا محمد یوسف نور اللہ مرقدہٗ اور حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب مدظلہٗ العالی کی مشکوٰۃ شریف کا شروع حضرت شیخ زید مجدہٗ سے کرانے کیوجہ سے کئی ماہ مؤخر فرمایا اور ترمذی شریف کی بسم اللہ قبل از وقت یہ کہہ کر کروا دی کہ دوبارہ آنے کا انتظار نہ کرنا پڑے

حضرت اقدس مولانا محمد الیاسؒ کا ایک مقولہ اور اسکی شرح

حضرت شیخ زید مجدہٗ تحریر فرماتے ہیں۔

اس ناکارہ کے چچاجان قدس سرہٗ کا ایک مشہور مقولہ تھا جو بار بار فرمایا کہ میری تبلیغ کا جتنا یہ (زکریا) مخالف ہے اتنا بڑے سے بڑا مخالف بھی مخالف نہ ہوگا

اور میری تبلیغ کی تقویت اور حمایت جتنی اس سے حاصل ہے اتنی میرے کسی موافق سے موافق اور معین و کارکن سے بھی حاصل نہیں ہے اور یہ دونوں ارشاد بالکل صحیح تھے پہلے جملہ کی شرح تو یہ ہے کہ یہ ناکارہ سیاہ کار نابکار علمی زور پر اشکالات خوب کیا کرتا تھا۔ چچا جانؒ کے دوسرے جملہ کا مطلب یہ تھا جسکو انھوں نے بار بار مجمع میں بھی فرمایا کہ میری یہ نسبت میرے معاصرین خاص طور سے حضرت مدنی حضرت میرٹھی نور اللہ مرقدھما وغیرہ جتنا اس سے دیتے ہیں مجھ سے نہیں دبتے یہ میرے لیے وقایہ ہے اگر یہ نہ ہو تو وہ مجھے دبالیں اور یہ بالکل صحیح فرمایا ان دونوں اکابر کے یہاں اس سیاہ کار کی بہت شنوائی تھی۔

ایک خواب اور اس کی تعبیر

حضرت شیخ نے فرمایا! ایک دفعہ نظام الدین میں یہ ناکارہ اور حضرت رائپوری تشریف فرما تھے چچا جان قدس سرہٗ نے خواب دیکھا کہ سب سے آگے چچا جان چل رہے ہیں ان کے پیچھے میں چل رہا ہوں میرے پیچھے حضرت اقدس مرشد و مولائی سہارنپوریؒ چل رہے ہیں۔ فرمایا کہ تعبیر دو۔ حضرت اقدس رائپوری نے تو عادت کے موافق فرمایا کہ اس کی تعبیر تو حضرت شیخ دیں گے میں نے عرض کیا کہ پہلا جزء تو صاف ہے کہ میں تو آپ کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرتا ہوں مگر چلا نہیں جاتا۔ مگر دوسرا جزء بالکل سمجھ میں نہیں آیا فرمانے لگے بس! یہ خواب تو بہت صاف اور واقعہ ہے کسی تعبیر کا محتاج نہیں۔ میری پشت پناہی صرف تم سے ہو رہی ہے اگر تم نہ ہو تو میرے معاصرین مجھ کو دبالیں گے اور تمھاری پشت پناہی حضرت نور اللہ مرقدہٗ سے ہو رہی ہے۔ حضرت کی وجہ سے یہ حضرات تم سے دب جاتے ہیں۔ اور یہ بالکل

صحیح فرمایا۔ بیسیوں واقعات اس قسم کے پیش آئے جن کا لکھوانا اب بے ادبی ہے۔

از ناقل :۔

مکاتیب اور ارشادات جس زمانے کے مذکور ہوئے وہ حضرت کے اوائل عمر اور جوانی کے ہیں اب مزید پانچ سالہ ترقیات و مراتب کے بعد جبکہ اکابر تشریف لے جا چکے تو بعض اصاغر مریدین و شاگرد حضرات کا طرز عمل لکھنا مناسب نہیں وہ حضرات خود ہی سوچ کر عبرت حاصل کر لیں ؎

آپ ہی اپنے ذرا جور و جفا کو دیکھیں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوریؒ اور حضرت حکیم الامتؒ تھانویؒ کا حضرت شیخ سے تعلق

کے واقعات کے بعد آخر میں حضرت شیخ الاسلام مدنی اور حضرت اقدس رائپوری کے واقعات کی مستقل فصل آئے گی مگر یہاں مضمون بالا کی مناسبت سے عبرت کے لیے دو واقعے پہلے درج کرتا ہوں۔ ان سب واقعات کا اصل لطف تو آپ بیتی میں پڑھنے سے آتا ہے کہ اس میں حضرت کے اصل الفاظ اور واقعہ کا مفصل منظر اور پس منظر درج ہے لیکن بندہ یہاں اختصاراً درج کرتا ہے۔

حضرت فرماتے ہیں :۔

تقسیم سے پہلے انگریزوں کے زمانے میں جبریہ تعلیم کا بڑا زور تھا۔ میرے چچا جان (حضرت دہلویؒ) اور حضرت تھانوی نور اللہ مرقدھما اس کے سخت مخالف تھے۔ اور حضرت مدنی قدس سرہٗ اس کے موافق تھے۔ حضرت حکیم الامتؒ نے اپنے مدرسہ کے مفتی مولوی عبدالکریم صاحب گمتھلوی مرحوم کو اسی

کام پر لگا رکھا تھا۔ اور ان کو چچا جانؒ کی ماتحتی میں دے رکھا تھا۔ حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کی مساعی جمیلہ تو ممبران اسمبلی وغیرہ کے نام خطوط اور وفود کی تھی اس زمانے میں ایک رسالہ اس ناکارہ نے قرآن عظیم اور جبریہ تعلیم تالیف کیا اور چچا جان و مولانا عبدالکریم صاحب کی مساعی اس کے خلاف جلسوں وغیرہ کرنے کی تھی۔ جگہ جگہ جلسے کرایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ یہ دونوں دوپہر کے وقت تشریف لائے۔ کھانے کے لیے دستر خوان بچھ چکا تھا۔ چچا جانؒ نے ارشاد فرمایا کہ تمھارے پاس ایک کام کے لیے آئے ہیں۔ میں نے عرض کیا ارشاد فرمائیں۔ فرمایا کہ دہلی میں ایک بہت بڑا جلسہ جبریہ تعلیم کے خلاف کرنا ہے اور حضرت مدنیؒ کی صدارت میں کرنا ہے تجھے دیوبند جانا ہوگا (یعنی حضرت سے منظوری لینے کے لیے) میں نے عرض کیا ضرور لیکن حفظ کا استثناء تو میری سمجھ میں آتا ہے ناظرہ کا سمجھ میں نہیں آتا۔ اس لیے کہ حفظ پر تو دوسرے کام سے ضرور اثر پڑتا ہے لیکن ناظرہ میں کچھ تاخیر ہو جائے اور اس کے ساتھ وہ لوگ اردو حساب بھی پڑھ لیں تو اس میں آپ کا کیا حرج ہے۔ چچا جان نے فرمایا مناظرہ مت کرو چلو۔ میں نے عرض کیا وہاں تو مجھے ہی بولنا پڑے گا پہلے کچھ سمجھ تو لوں۔ مولوی عبدالکریم نے فرمایا کہ حضرت تھانویؒ نے دونوں کا استثناء کرنے کے لیے فرمایا ہے میں نے عرض کیا کہ حضرت تھانویؒ کون بزرگ ہیں؟ کہاں رہتے ہیں؟ یہ سن کر ان کا چہرہ غصّہ سے لال ہو گیا۔ یہاں سے اٹھ کر چچا جان سے کہنے لگے کہ اس کے تو عقائد خراب ہو گئے ہیں۔

چچا جان نے ان ہی کے سامنے مجھے یہ فقرہ سنایا۔ میں نے کہا تعجب ہے۔ مولوی صاحب آپ اتنے اونچے ہو کر بھی یہ بات نہ سمجھے۔ حضرت تھانویؒ زادمجدھم کا ارشاد میرے اور آپ کیلئے حجت ہے لیکن جس سے بات کرنے جا

رہے ہو ان کی حیثیت تو معاصرت کی ہے اور لیگ و کانگرس کی وجہ سے آپس کے تعلقات جیسے ہیں وہ آپ کو بھی معلوم ہیں اور مجھے بھی۔ ان کے لیے یہ چیز حجت نہیں بنے گی کہ مولانا تھانویؒ نے فرمایا ہے کوئی دلیل بتاؤ جو ان کو سمجھائی جائے۔ اتنے میں گاڑی کا وقت ہو گیا اور ہم لوگ دو بجے والی گاڑی سے دیوبند گئے۔ چچا جان آگے آگے اور ان کے دائیں جانب ذرا پیچھے کو میں اور میری دائیں جانب چچا جان کے پیچھے مولوی عبد الکریم صاحب، حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے دروازے پر جب پہنچے تو حضرت اپنے مردانہ مکان کی سہ دری سے باہر تشریف لا رہے تھے ملاقات پر بہت ہی اظہار مسرت کے ساتھ مجھ سے فرمایا کہ دہلی سے آ رہے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ یہی حضرات سہارنپور سے آ رہے ہیں۔ اسی گاڑی سے دہلی سے آئے تھے اور مجھے ساتھ لے کر بارگاہ عالی میں حاضر ہوئے ہیں۔ بہت تیز لہجہ میں فرمایا کیا حکم ہے؟ میں نے کہا یہ لوگ دہلی میں ایک بہت بڑا جلسہ حضور کی صدارت میں جبریہ تعلیم کے خلاف کرنا چاہتے ہیں۔ غصہ آ گیا۔ فرمایا کہ میں ہرگز صدارت نہیں کروں گا۔ تم لوگ سب کو جاہل رکھنا چاہتے ہو۔ میں نے کہا حضرت جی! آپ ساری دنیا کو عالم بنا دیں ہم تو صرف یہ چاہتے ہیں کہ جو قرآن پاک پڑھ رہے ہیں ان کو جبراً نہ لیں حضرت نے کھڑے کھڑے فرمایا کہ قرآن پاک کا انتظام آپ لوگ خارج میں کریں۔ قرآن شریف کا بہانا کر کے یہ لوگ تعلیم سے ہٹ جاتے ہیں۔ میں نے عرض کیا تشریف تو رکھئے بیٹھ کر بات کریں گے۔ کمرے میں تشریف لے گئے میں نے عرض کیا خارج اوقات میں حفظ کیسے ہو سکتا ہے سارے دن محنت کر کے بھی مشکل سے ہوتا ہے فرمایا کہ میں نے تو جیل میں یاد کیا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ آپ یہی ریزولیشن پاس کرا دیجئے کہ جس کو قرآن پاک حفظ کرنا ہے وہ جیل میں چلا جائے۔ اس پر

ہنس پڑے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت جلسہ تو ہوگا اور جناب کی صدارت میں ہو گا اللہ تعالیٰ بہت ہی بلند درجے عطا فرمائیں ان کی شفقتیں محبت یاد کرکے رونے کے سوا کیا ہوسکتا ہے۔ ایسا خوش دلی سے استقبال فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ کیا اسی گاڑی سے چلنا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ ابھی نہیں ابھی تو آپ سے منظوری لینی ہے اور ڈائری میں تاریخ لکھوانی ہے اس کے بعد یہ لوگ دہلی جاکر جلسہ کا انتظام کریں گے۔ حضرت نے اپنی ڈائری نکالی اور اس میں مولانا الیاس صاحبؒ کا جلسہ نوٹ فرمالیا اور تاریخ بتلا دی۔

اس کے بعد پھر جوش میں فرمانے لگے حفظ کے استثنار کو تو کہوں گا۔ مگر ناظرہ کے استثنار کی کوئی وجہ نہیں۔ میں نے عرض کیا کہ مضمون کی آپ پر کوئی پابندی نہیں جو چاہے آپ ارشاد فرمائیں۔ چچا جان نے کچھ بولنا چاہا میں نے کہا کہ نہیں حضرت یہ واقعی ہے کہ آپ پر مضمون کی کوئی پابندی نہیں چاہے کہ یہی فرمائیں کہ جس کو حفظ کرنا ہے وہ جیل میں جائے۔

قرار یہ پایا کہ فلاں تاریخ کو چار بجے کے ایکسپریس سے یہ ناکارہ سہارنپور سے سوار ہوگا اور اسی گاڑی سے دیوبند سے حضرت مدنیؒ سوار ہوں گے اور نو بجے رات کو دہلی میں جلسہ ہوگا جب دہلی کے اسٹیشن پر پہنچے تو سارا پلیٹ فارم لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ شیخ الاسلام زندہ باد، جمعیۃ العلماء زندہ باد کانگریس زندہ باد کے نعروں سے پورا اسٹیشن گونج رہا تھا اور میں سارے راستے میں یہ سوچتا چلا گیا کہ اگر حضرت نے ناظرہ کے عدم استثنار کا اعلان کردیا تو اور مصیبت آجائے گی اسٹیشن پر مجمع کے درمیان میں حضرت مولانا الحاج مفتی کفایت اللہ صاحبؒ بھی موجود تھے ان کو دیکھ کر میرا دل خوش ہوگیا اس لیے کہ حضرت مفتی صاحبؒ کے یہاں اس سیہ کار کی بات کی بہت ہی وقعت تھی۔ اس لیے بیسیوں نہیں

بلکہ سینکڑوں مرتبہ دارالعلوم دیوبند کی شوریٰ کی ممبری میں، جمعیتہ کے مشوروں میں وقف بل کے مسئلہ میں اس کی نوبت آئی کہ جب میری رائے مفتی صاحبؒ کے خلاف ہوئی یا تو انھوں نے میری رائے خوشی سے قبول کر لی یا بڑی فراخدلی سے یہ لکھ دیتے تھے کہ بعض مخلص اہلِ علم کی رائے یہ ہے۔ وقف بل کے مسودے میں بھی یہ لفظ میری رائے کے ساتھ بغیر نام چھپا ہوا ہے اتفاق سے مفتی صاحب اس ڈبہ کے قریب تھے جس میں یہ ناکارہ اور حضرت مدنیؒ تھے۔ مَیں نے مفتی صاحبؒ کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کو کھینچ لیا اور عرض کیا کہ استثنار ناظرہ در حفظ دونوں کا ہوگا اور یہ حضرت حفظ کے لیے تو تیار ہیں مگر ناظرہ کو نہیں مانتے مفتی صاحبؒ کو اللہ تعالےٰ جزائے خیر عطا فرمائے کہنے لگے کہ نہیں استثنار تو دونوں ہی کا ہونا چاہیئے۔ مَیں نے کہا ہاں بغیر اس کے کام نہیں چلے گا۔ جلسے میں جاکر تقریر شروع ہو جائے گی راستے میں ہی نمٹ لیں۔ حضرت مدنیؒ کی عادت شریف یہ تھی جس کا بارہا مَیں نے مشاہدہ خود بھی کیا کہ مفتی صاحبؒ کی بات حضرت کے یہاں بہت وقیع اور اہم سمجھی جاتی تھی۔ بارہا مَیں نے دیکھا کہ حضرت نے اپنی رائے پر مفتی صاحبؒ کی رائے کو ترجیح دی۔ مفتی صاحبؒ میرے کہنے پر آگے بڑھے اور میں ذرا فصل سے پیچھے پیچھے کہ حضرت کی نظر مجھ پر نہ پڑے۔ مفتی صاحب نے اسٹیشن کے زینہ پر حضرت کے قریب ہو کر کان میں یہ کہا کہ حضرت استثنار حفظ و ناظرہ دونوں کا کرنا ہے حضرت نے نہایت جوش میں فرمایا کہ نہیں ناظرہ کے استثنار کی کوئی وجہ نہیں۔ مفتی صاحبؒ نے فرمایا کہ حضرت پہلے چند پارے ناظرہ پڑھ کر ہی تو حفظ میں لگتے ہیں جب وہ ناظرہ میں ہی دوسرے کام میں لگ جائیں گے تو پھر حفظ کا وقت کب ملے گا۔ حضرت نے فرمایا کہ بہت اچھا۔ جلسہ گاہ میں تشریف لے گئے۔ سیدھے ممبر پر تشریف لے جاکر

جاتے ہی وہ زور دار تقریر اپنی "مہربان گورنمنٹ" کے خلاف کی کہ لطف آ گیا اور کہا کہ "ہمارے دین کو برباد کرنا چاہتی ہے" اور "ہمارے قرآن کو ضائع کرنا چاہتی ہے"۔ اس کو ہمارے مذہب میں مداخلت کا کوئی حق نہیں ہے۔" "ہم اپنے قرآن پاک کی تعلیم کو کسی طرح ضائع نہ ہونے دیں گے۔" ناظرہ کا بھی استثنار ہوگا۔ چچا جان بہت ہی حیرت اور سوچ میں یہ سمجھے کہ راستے میں کوئی گفتگو مجھ سے ہوئی ہوگی۔ غرض بہت زور دار جوش و خروش سے گورنمنٹ برطانیہ کو گالیاں دے کر اور ایک ریزولیشن قرآن پاک کی تعلیم خواہ حفظ کی ہو یا ناظرہ کی ہو جبریہ تعلیم سے مستثنیٰ ہونا نہایت ضروری ہے۔ تقریباً درات کے ڈیڑھ بجے تک جلسہ اور اس کے بعد مختصر سا کھانا نوش فرما کر علی الصباح دیوبند تشریف لے آئے اور آکر بخاری شریف کا سبق پڑھا دیا۔ بعد میں چچا جان رح نے مجھ سے پوچھا کہ تمہاری کوئی گفتگو ریل میں ہوئی ہوگی میں نے کہا بالکل نہیں۔

اکابرین کا تیز مناظرہ اور اس کا پُر لطف و سبق آموز مکالمہ

ایک دفعہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رح، حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رح رائپوری اور حضرت شیخ زید مجدہٗ کو ساتھ لے کر حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب رح میرٹھی کے یہاں میرٹھ تشریف لے گئے۔ حضرت شیخ تو ان حضرات کے ساتھ میرٹھ اترنے پر رضامند نہ تھے مگر حضرت چچا جان نے اصرار سے ساتھ رکھا۔ دونوں حضرات حضرت گنگوہی رح سے بیعت اور حضرت سہارنپوری رح سے مجاز تھے۔ میرٹھ میں ان چاروں حضرات کے اجتماع ہونے کی صورت اور آپس کی محبت خاطر و خوشی کا سارا منظر آپ بیتی میں قابلِ دید ہے۔ اس تفصیل میں ان سب حضرات کے یہاں حضرت شیخ کے باوجود عمر میں سب سے چھوٹے ہونے

کے خصوصی مقام کا بھی پتہ چلتا ہے بندہ تو ایک خاص مصلحت سے بہت اختصار کر رہا ہے اس لیے یہاں صرف اصل گفتگو نقل کی جاتی ہے۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں:۔

حضرت میرٹھیؒ نے چچا جان کو خطاب فرما کر کہا کہ حضرت مولانا آپ کی خدمت میں بہت دنوں سے کچھ عرض کرنے کو جی چاہ رہا ہے میری وہاں حاضری نہ ہوئی اور آپ یہاں تشریف نہ لا سکے۔ اس وقت یہ دونوں حضرات (حضرت شیخ اور حضرت رائپوریؒ) بھی تشریف فرما ہیں مجھے کچھ عرض کرنا ہے۔ تھوڑی دیر تکلیف فرمائیں۔ نشست اس طرح کہ میں (حضرت شیخ) اور حضرت رائپوریؒ ایک جانب اور چچا جان حضرت میرٹھی برابر دوسری جانب۔

حضرت میرٹھی نے عرض کیا کہ تبلیغ تو سر آنکھوں پر اس سے تو کسی کو انکار نہیں اس کے ضروری ہونے میں بھی اور مفید ہونے میں بھی۔ مگر جتنا غلو آپ نے اختیار کر لیا یہ اکابر کے طرز کے بالکل خلاف ہے آپ کا اوڑھنا بچھونا سب تبلیغ ہی بن گیا۔ آپ کے یہاں نہ مدارس کی اہمیت نہ خانقاہوں کی۔ اہمیت نہ ہونے کا مطلب تبلیغ کے مقابلہ میں خصوصی توجہ کا نہ ہونا ہے ورنہ مدارس اور خانقاہوں کی اہمیت میں حضرت دہلویؒ کے مکاتیب مملو ہیں خود رائپور کی خانقاہ میں حاضری دیتے رہنا اور مظاہر علوم کی سرپرستی شاہد ہے۔

چچا جان کو بھی غصہ آ گیا فرمایا کہ جب ضروری آپ بھی سمجھتے ہیں تو آپ خود کیوں نہیں کرتے اور جب کوئی نہیں کرتا تو مجھے سب کے حصے میں فرض کفایہ ادا کرنا ہے۔ غرض دونوں بزرگوں میں خوب تیز کلامی ہو گئی اور حضرت اقدس رائپوریؒ کو کچھ ایسا رنج و قلق ہوا کہ کانپنے سے لگے۔ میں بھی چار منٹ خاموش بیٹھا رہا اور جب میں نے دیکھا کہ دونوں اکابر کا جوش ڈھیلا پڑ گیا تو میں نے عرض کیا کہ

حضرت کچھ میں بھی عرض کروں تو تینوں حضرات نے متفق اللسان ہو کر فرما
کہ ضرور، ضرور، حضرت رائپوری نے فرمایا کہ اتنی دیر چپ بیٹھے رہے پہلے ہی
بولتے۔ میں نے کہا کہ بڑوں کی باتوں میں سب کا چھوٹا کیا بولتا۔ میں نے حضرت
میرٹھی کی طرف متوجہ ہو کر عرض کیا کہ حضرت آپ کو یہ معلوم ہے کہ میں ان
اشکالات میں آپ کے ساتھ ساتھ ہوں اس لفظ پر چچا جان کو غصہ آگیا۔ مگر
کچھ بولے نہیں۔ اس کے بعد میں نے کہا کہ کام کوئی دین کا ہو یا دنیا کا ہو توجہ
مطلب بغیر نہیں ہوا کرتا۔ کام تو جو ہوتا ہے یکسوئی سے اس کے پیچھے پڑ جانے
سے ہوتا ہے۔ حضرت رائپوری نے میری تائید کی کہ سچ فرمایا۔ میں نے عرض کیا
کہ ذرا ٹھہر جائیے میں نے کہا کہ حضرت (سہارنپوری) کا یہ ارشاد آپ کو یاد
نہیں رہا کہ میرے ساتھ تعلق تو مدرسہ کے ساتھ تعلق ہے جس کو میرے مدرسہ
کے ساتھ جتنا تعلق ہے اتنا ہی مجھ سے ہے۔ میں نے عرض کیا کہ کیا سارے
دنیا میں ایک ہی مدرسہ ہے مظاہر علوم اس کے علاوہ اور کوئی مدرسہ دنیا میں نہیں
اور بھی جلدی جلدی دو تین واقعے انہماک کے جس میں حضرت امام مسلم کے
وصال کا حادثہ اور بھی کئی قصے سنا دیئے۔ میں نے کہا کہ حضرت چچا جان لہ
حال میں مغلوب ہیں آپ کو بھی معلوم ہے اور ہم کو بھی اور کوئی کام بغیر غلبہ
حال کے نہیں ہوتا۔ خبر نہیں کیا بات ہے کہ حضرت میرٹھی کو ایک دم ہنسی آ
گئی اور میرے چچا جان بھی ہنس پڑے بات کو بھی دونوں ختم کرنا چاہتے تھے
حضرت رائپوری نے ارشاد فرمایا کہ اسی وجہ سے تو (حضرت شیخ سے) آپ کہتے
ہیں کہ آپ کو ہر جگہ لے جانے کی ہم کو اسی وجہ سے تو ضرورت پڑتی ہے۔ حضرت
میرٹھی نے بھی چلتے وقت فرمایا کہ بہت ہی اچھا ہوا کہ تمہارے سامنے گفتگو
ہو گئی۔ کبیدگی پر اگر بات ختم ہوتی تو مجھے بھی قلق ہوتا۔ تیرے بول پڑنے

الے خوشگواری پر ختم ہو گئی۔ یہ دو نمونے تو میں نے چچا جان کے خواب اور ان
کے ارشاد بالا کے مثال میں دونوں اکابر حضرت مدنی رح حضرت رائپوری کا ایک
ٹ قصہ لکھوایا ہے

"ورنہ باتو ماجراہا داشتیم"

حضرت حکیم الامّت تھانوی قدس سرہ کی محبتیں

حضرت شیخ دام مجدہٗ فرماتے ہیں کہ حضرت کو مجھ سے بچپن ہی میں اتنی محبت
تھی کہ ازراہ شفقت اس ناکارہ کا نام برف بھیجنے کے ایک واقعہ کی وجہ سے
برفی رکھا تھا اور جب حاضر ہوتا تو اتنی لذت سے برفی کا لفظ فرماتے کہ مجھے بھی
سننے میں مزہ آتا تھا حضرت قدس سرہٗ کے یہاں قواعد کی پابندی بہت سوں کو معلوم
بھی ہے اور مطبوعہ بھی ہے لیکن شروع زمانے میں حضرت نے اس ناکارہ کو
مستثنیٰ فرما دیا تھا اور ایسے ہی اعلاء السنن کی تکمیل کے لیے بھی اس ناکارہ
کو تجویز کیا تھا مگر میں نے مدرسہ کے انتظامی اور تدریسی خدمات کا عذر کر
کے اس سے معافی مانگ لی تھی۔

یہ گزشتہ اوراق میں گزر چکا کہ اوائل عمر ہی میں ایک دفعہ مصافحہ کرتے
وقت حضرت کے باطنی حالات کا ادراک فرماتے ہوئے حضرت سہارنپوری رح
کے کمال کا اظہار فرمایا کہ کتاب لکھواتے ہوئے ہی کام کر دیا۔

میں ظہر سے عصر تک آپ ہی کی مجلس میں رہتا ہوں

حضرت شیخ فرماتے ہیں:۔ کہ میں نے ایک مرتبہ بہت خلق کے ساتھ حضرت

حکیم الامت تھانوی رحؒ سے عرض کیا کہ لوگ تو بہت دور دور سے حاضر ہوتے ہیں لیکن یہ ناکارہ یہاں رہ کر بھی خدمت میں حاضر نہیں ہو سکتا۔ میرے حکیم الامت قدس سرہٗ نے ایسا جواب مرحمت فرمایا کہ میری مسرت کے لیے مرنے تک کافی ہے۔ حضرت نے فرمایا مولوی صاحب! اس کا آپ بالکل فکر نہ کیجیے آپ اگرچہ میری مجلس میں نہیں ہوتے مگر میں ظہر سے عصر تک آپ ہی کی مجلس میں رہتا ہوں۔ میں آپکو بار بار دیکھتا رہتا ہوں اور رشک کرتا ہوں کہ کام تو یوں ہوتا ہے یکیں آپ کو ظہر سے عصر تک اپنے اوراق سے سر اٹھاتے نہیں دیکھا (حضرت شیخ لید مجدہٗ اس وقت میں بذل کے پروف دیکھا کرتے تھے)

حضرت حکیم الامت رحؒ حضرت شیخ کے نام اپنے والا نامہ میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں ..

"مجتبیٰ محبوبی دام جہم السلام علیکم"!

حضرت مولانا الشاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری رحؒ کی محبّت

رائپور پہلی حاضری جبکہ عمر شریف دس گیارہ سال کی تھی

حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ میری پہلی حاضری گنگوہ شریف کے قیام کے دوران میں ہوئی جبکہ عمر دس یا گیارہ سال تھی اس وقت کے خادمِ خاص حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب قدس سرہٗ کو ارشاد فرمایا کہ مولوی صاحب جو مٹھائی وغیرہ اندر رکھی ہے وہ سب صاحبزادہ صاحب کو دے دو۔ اس وقت حضرت نے بہت سی چیزوں کی سیر کرائی۔ نہر کا مخرج لوگری والا بھی دکھایا اور چونکہ اعلیٰ حضرت کو تیرنا بہت آتا تھا

اس لیے حضرت نے خود تیر کر تیرنا بھی دکھلایا۔

جبکہ عمر شریف تقریباً بیس برس کی تھی

حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ میرے والد صاحبؒ کے انتقال کے بعد ایک جانب تو اعلیٰ حضرت رائپوری نے مدرسہ میں یہ سفارش کی کہ پندرہ روپے تنخواہ کم ہے (اس وقت حضرت کی مدرسہ میں تنخواہ پندرہ روپے مقرر ہوئی تھی) کم از کم پچیس روپے ہونا چاہیئے۔ اور دوسری جانب اس سیہ کار سے ازراہ شفقت و محبت ارشاد فرمایا کہ مدرسہ کی تنخواہ خطرہ کی چیز ہے جب اللہ توفیق دے چھوڑ دیجیو۔ حضرت قدس سرہٗ کی ہی توجہ اور شفقت کا اثر تھا کہ اللہ نے چھوڑنے کی توفیق عطا فرما دی۔

اسی بیس برس کی عمر کا ایک خواب اور حضرت رائپوریؒ کا جواب

فرماتے ہیں کہ:۔ ایک مرتبہ اس سیہ کار نے خواب دیکھا کہ والد صاحبؒ نے خواب میں تین کتابیں دیں "کافیہ" "شافیہ" "مقامات" میرے حضرت قدس سرہ اس وقت نینی تال جیل میں تھے اس لیے میں نے اعلیٰ حضرت رائپوریؒ کی خدمت میں خط لکھا حضرت کا جواب آیا وہ اس وقت میرے سامنے ہے۔ حضرت نے تحریر فرمایا:۔

برخوردار مولوی زکریا سلمہٗ از احقر عبدالرحیم السلام علیکم ورحمۃ اللہ

تمہارے دو خط مولوی عبدالقادر صاحب کے نام آئے میری معذوری جو باعث تاخیر جواب ہے وہ آپ کو معلوم ہے اب مختصراً عرض کرتا ہوں۔ پہلے خواب کی تعبیر۔ ہر جز کی تعبیر کی ضرورت نہیں فقط ایک جملہ خلاصہ ہے اسکی

تعبیر جو اپنے خیال میں آئی وہ عرض کرتا ہوں، وہ صرف یہ ہے کہ کافیہ شافیہ اور مقامات کہ معیشتہ کافیہ، وحالتہ شافیہ ومقامات سلوک والوصول یہ تینوں بشارتیں حق تعالیٰ نے تمہاری طبیعت میں ودیعت رکھی ہیں جو اپنے وقت پر ظہور پذیر ہوں گی۔

حضرت شیخ الاسلام مدنی اور حضرت رائپوری قدس سرہما کی محبتیں

حضرت کے لیے اکابر مشائخ کا زمانہ حضرت گنگوہیؒ سے شروع ہوا تھا اور حضرت دہلویؒ کے وصال کے بعد قدیم دور کی صرف دو ہستیاں باقی رہ گئی تھیں۔ اس وقت راقم الحروف نے حضرت شیخ زید مجدہٗ سے بیعت کی درخواست کی تھی تو اس پر حضرت نے بڑی حیرانی کے لہجہ میں فرمایا! اس کام کے لیے مجھ سے کیا واسطہ۔ خود میرے دو اکابر ایک حضرت مدنیؒ (وہاں دیوبند میں تمہارا آجکل قیام بھی ہے) اور ایک حضرت رائپوریؒ ان سے بھی تم واقف ہو۔ ایک چاند ہے دوسرا سورج۔ جدھر چاہو بیعت ہو جاؤ۔ مگر بندہ دوسرے روز تک اصرار کے بعد بیعت تو حضرت شیخ ہی سے ہوا لیکن ان دونوں حضرات کا حضرت شیخ کے ساتھ تعلق یا تعشق دیکھنے کا خوب موقع ملا اور گزشتہ اوراق میں مذکور "اذا احب اللہ عبداً" والی حدیث میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کے محبوبیت والے اعلان کا اثر ان حضرات پر بچشم خود دیکھا۔ آنکھوں دیکھے محبت کے جو مناظر سامنے ہیں وہ تعبیر اور بیان کی قدرت سے باہر ہیں۔ حضرت شیخ کے سامنے ان حضرات کی یہ حالت دیکھی کہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ حضرات محبت سے سرشار ہی نہیں بلکہ گویا ان کا سارا وجود محبت ہی ہے اور

ٹل خوشبو کے محبت پھوٹ پھوٹ کر حضرت کے چہرہ انور پر پڑ رہی ہے
س کی حلاوت دیکھنے والے کو بھی محسوس ہوتی تھی۔ حضرت کے دونوں
لشاق کی عمریں تقریبًا برابر تھیں مگر اپنے اپنے مزاج کے مطابق ایک
کا ظاہر نقشبندی اور باطن چشتی اور دوسرے کا طرز عمل ظاہر و باطن میں
چشتی تھا اور حضرت شیخ کا چہرہ انور ہر قسم کے انوار کا جاذب ہو کر
جگمگا رہا تھا۔ جس کو حضرت شیخ اپنی شوخی اور گستاخیوں سے تعبیر فرمایا
کرتے تھے۔ یہ سب کیفیت تو بیان نہیں ہو سکتی۔ بندہ جب ان حضرتین
کے فقرات کا تلفظ کرتا ہے تو آواز مبارک کا کانوں میں سمائے ہوئے ہونے
کی وجہ سے وہی لہجہ بن کر جب خود کو سنائی دیتا ہے تو کلیجہ منہ کو آتا
ہے آنسو بہہ پڑتے ہیں اور آواز بند ہو جاتی ہے اور جس ذات پر یہ سحر
براہ راست ہوتا تھا اس کے جذب کا کیا حال ہوگا۔ چنانچہ اب اسی طرح
حضرت شیخ کے وجود مبارک سے اخلاص اور ذکر کے انوار عالم کو منور کر
رہے ہیں اور اولیاء کی یہی علامت حدیث پاک میں آتی ہے کہ ان کو دیکھ
کر اللہ تعالیٰ کی یاد پیدا ہو۔ ذکر کا فیضان حضرت کے ملبوسات وغیرہ میں بھی نمایاں ہے
بندہ کی طرح خود دیکھنے والے ابھی سینکڑوں موجود ہیں جنہوں
نے نہیں دیکھا ان کے لیے حضرت شیخ کے بیان کردہ چند واقعات نقل
کرتا ہوں۔ یہ واقعات اوائل عمر، جوانی اور بعد کے ہیں کہ ان حضرات نے
حضرت کے تینوں دور دیکھے ہیں۔ ویسے تو ان حضرات کی حضرت کے ساتھ
ہر حرکت و سکون میں محبت ٹپکتی تھی اور محبت کے عمومی واقعات میں
کوئی دوسرا بھی شریک ہو سکتا ہے۔ بندہ اختصار کے پیش نظر صرف
چند ایک خصوصی واقعات ہی نقل کرتا ہے۔

جنت میں میرے بغیر جانا نہ ہوگا

حضرت شیخ فرماتے ہیں :۔ (حضرت مدنیؒ) حضرت کی شفقتیں تو بے پایاں تھیں اور جتنی حضرت کی شفقتیں بڑھتی جاتی تھیں میری گستاخیاں بڑھتی جاتی تھیں ۔ ایک دفعہ کچھ تذکرہ اکابر کا اور جنّت کا چل رہا تھا میں نے عرض کیا کہ "حضرت جنت میں میرے بغیر جانا نہ ہوگا" حضرت نے نہایت سادگی میں بلا تامل فرمایا کہ ہاں ضرور ۔ ایک سال بعد بلکہ اس سے بھی زیادہ میرے تو ذہن میں بھی نہیں آرہا تھا ۔ حضرت تشریف لائے ۔ میں دارالطلبہ میں تھا مجھے آدمی بلانے گیا ۔ اتنے میں آتا ۔ ایک صاحب مدرسہ کے قریب ہی اپنے گھر آموں کے لیے لے گئے ۔ میں جب دارالطلبہ سے آیا تو معلوم ہوا کہ فلاں صاحب کے ہاں چلے گئے ہیں ۔ وہاں پہنچا تو آم بھیگے ہوئے تھے اور حضرت تشریف فرما میرا انتظار فرما رہے تھے ۔ میں نے کہا ایسا کیا تقاضا تھا پہلے ہی تشریف لے آئے ۔ حضرت نے فرمایا ہر جگہ ساتھ لیجانے کا وعدہ تو نہیں کر رکھا ۔ "جہاں کا وعدہ ہے وہاں کا ہے ۔" مجھے اس قدر مسرت اور حیرت ہوئی کہ حضرت کو ایک سال کے بعد تک کیسے یاد رہا ۔ اس کے بعد تو پھر انشاء اللہ ثم انشاء اللہ اپنی مغفرت کی بھی ڈھارس بندھ چلی ۔

بخار کی خبر سن کر تشریف لانے کا واقعہ

ایک دفعہ اس سیہ کار کو معمولی سا بخار ہوا ۔ کسی جانے والے طالب علم سے حضرت نے خیریت دریافت کی ۔ اس نے کہہ دیا بخار ہو رہا ہے ۔

حضرت اسی وقت اسی گاڑی سے تشریف لے آئے اور کچے گھر میں قدم رکھتے ہی یہ شعر پڑھا ؎

تَعَالَلْتِ کَیْ اَشْجٰی وَمَا بِکِ عِلَّۃٌ
تُرِیْدِیْنَ قَتْلِیْ ــــ قَدْ ظَفَرْتِ بِذَالِکِ

ترجمہ:۔ تو بہ تکلف بیمار بن گئی تاکہ میں رنجیدہ ہو جاؤں حالانکہ تجھے کوئی بیماری نہیں ـــــــ بے شک تو اپنے مقصد میں کامیاب ہو گی۔

میں ایک دم حضرت کی آمد پر کھڑا ہو گیا فرمایا:۔ "اچھے خاصے ہو شور مچا رکھا ہے بخار کا" میں نے عرض کیا میں نے حضور کی خدمت میں کونسا تار یا ٹیلیفون کیا تھا کہ میں مر رہا ہوں۔ فرمایا ساری دنیا میں شور مچ گیا بخار کا۔ بخار والا یوں نہیں کھڑا ہوا کرتا۔ میں نے عرض کیا ؎

ان کے دیکھنے سے جو آجاتی ہے منہ پر رونق
وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے

اور واقعی ہوا بھی ایسا ہی۔ حضرت کی تشریف کی برکت سے بخار جاتا رہا

حضرت مدنی رح کا ماہ مبارک میں اہتمام

حضرت شیخ الاسلام مدنی قدس سرہٗ باوجود اپنے مشاغل اور ماہ مبارک کے اہتمام کے ایک کارڈ ماہ مبارک میں اگر میں نہ لکھوں تب بھی حضرت اقدس تحریر فرمایا کرتے تھے۔ عموماً اس میں ایک یا دو شعر ہوا کرتے تھے یہ سارے کارڈ کہیں محفوظ ہیں اور وہ اشعار اتنے اونچے ہوتے تھے کہ یہ ناکارہ اس کا مصداق ہرگز نہیں بن سکتا مگر حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ

کے تعلق کے اظہار اور شفقت کو یاد کر کے رونے کے سوا اب کچھ نہیں رہا
ایک کارڈ کا مضمون جو حضرت نے متعدد رمضانوں میں لکھا تھا یہ تھا۔

آنانکہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

ایک ماہ مبارک کے کارڈ کا یہ شعر تھا۔

گل پھینکے ہیں اوروں کی طرف بلکہ ثمر بھی
اے ابر کرم بہر سخا کچھ تو ادھر بھی

مجھے یہ شعر اسی طرح یاد ہے کارڈ سامنے نہیں بعض خطوط میں عربی کے اشعار تحریر فرمائے۔

جبکہ عمر شریف تقریباً صرف اکیس برس کی تھی اس وقت حضرت مولانا الشاہ عبدالقادر صاحب رائپوری رح کا برتاؤ۔

اس وقت خط میں اگر عزیزم سلمہٗ نہ لکھتے تو زیادہ سے زیادہ برادرم یا مکرم و محترم لکھ دیتے مگر حضرت رائپوری رح صاحب کا خط حسب ذیل ہے۔

سیدی و مولائی حضرت دام مجدکم۔ از احقر عبدالقادر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

والا نامہ شرف صدور ہو کر باعث افتخار خاکسار ہوا۔ مضمون حضرت اقدس سلمہٗ کی خدمت شریف میں عرض کیا بلکہ کچھ بلفظہٖ پڑھ کر سنایا۔ یہی جی چاہا اور اپنے نزدیک یہی مناسب سمجھا وقت بھی مناسب ملا۔ ارشاد فرمایا کہ یوں خدمت والا میں لکھ دے کہ بندہ کی تو سعادت ہے۔

باسعادت جاننا ہے

غرض حضرت اقدس سلمہ نے اس گائے میں جو یہاں آنجناب والا صفات بوساطت شاہ صاحب ارسال فرماویں گے ایک حصّہ کی شرکت قبول بخشی فرمائی اب احقر عرض پرداز ہے۔ حضور پُر نور نے اس کی تفصیل نہ تحریر فرمائی آیا وہ حصہ حضور انور اپنی طرف سے حضرت اقدس سلمہ کو عطا فرمارہے ہیں یا قیمتاً حضرت اقدس سلّمہ خرید فرمائیں گے۔ یہ آپ کا غلام غبی بہت ہے پوری بات نہیں سمجھتا۔ حضرت خفا نہ ہوں اور دعا سے فراموش بھی نہ کیا جاؤں۔ آخر آپ ہی کا ہوں جیسا بھی ہوں۔ حضرت سلام فرماتے ہیں اور طبیعت بدستور سابق ہی ہے۔

حضرت رائپوریؒ کے حضرت شیخ زید مجدہٗ سے متعلق بلند کلمات

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں لکھتے ہیں کہ اگرچہ حضرت شیخ زید مجدہم عمر میں حضرت سے بہت چھوٹے تھے اور طالب علمی و ترقی باطنی کے سب مراحل حضرت کے سامنے ہی گذرے لیکن حضرت شیخ زید مجدہٗ کی خداداد صلاحیتوں، فطری جوہر اور علو استعداد کی بنا پر حضرت قدس سرہٗ کا تعلق حضرت شیخ زید مجدہٗ سے صرف انس و محبت ہی کا نہ تھا بلکہ غایت درجہ احترام و عقیدت کا تھا اور بڑے بلند کلمات حضرت شیخ سے متعلق ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ :-

حضرت گنگوہیؒ کی نسبت حضرت شیخ الحدیث کی طرف منتقل ہو گئی۔

حضرت حکیم سید الیاس صاحب سہارنپوری مدظلہ جو حضرت اقدس مدنیؒ سے بیعت ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت رائپوری سے سنا ہے کہ

حضرت شیخ آج (یعنی جبکہ عمر شریف تقریبًا ساٹھ سال کی تھی) اس مقام پر ہیں۔ حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ بوقت وصال تھے۔

اکثر فرماتے تھے:۔

ان چچا بھتیجہ کے حالات بھی عجیب ہیں۔ جہاں ان کی ابتداً ہوتی ہے وہاں ہماری انتہا ہوتی ہے۔

کبھی حضرت شیخ زید مجدہٗ کے خدام و مریدین سے فرمایا کرتے کہ "شیخ الحدیث میرے بھی شیخ ہیں"

حضرت رائپوری کی ایک خواہش

ایک دفعہ رائے پور میں حضرت شیخ سے فرمایا کہ میرا جی یوں چاہتا ہے کہ آپ مجھے بیعت کرلیں تاکہ حضرت سہارنپوری کی نسبت سے بھی مجھے کچھ مل جائے۔ حضرت شیخ زید مجدہٗ نے ہاتھ جوڑ کر دست بوسی کے بعد فرمایا کہ:

"حضرت توبہ توبہ ایسی بات نہ فرمادیں"

حضرت مولانا احمدالدین صاحبؒ نے عرض کیا کہ حضرت یہ اجازت نہیں دیتے تو آپ ان کو اجازت دے دیں تاکہ ان کے سلسلے میں آپ کی شرکت ہو۔ حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا

"میری طرف سے تو بڑی خوشی سے اجازت ہے"

تمہاری محبت کھینچ لائی ہے

سنہ ۱۳۴۵ھ میں جب حضرت شیخ زید مجدہٗ اپنے شیخ و مرشد حضرت

محدث سہارنپوری قدس سرہٗ کے ساتھ بذل المجہود کی تالیف کے سلسلہ میں یکسالہ قیام کے لیے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو ۹ ماہ رجب میں حضرت اقدس رائپوری قدس سرہٗ بھی مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو سفر میں بھی اور سفر کے بعد بھی حضرت شیخ زید مجدہٗ سے کئی بار فرمایا :- اللہ معاف کرے کہ مَیں حج کی یا حضرت مدظلہ کی زیارت کے لیے نہیں آیا بلکہ تمہاری محبت کھینچ کر لائی ہے آٹھ ماہ سے تمہاری زیارت نہیں ہوئی اس نے بے چین کر رکھا ہے اسی طرح جب حضرت کا پاکستان کا سفر طویل ہو جاتا تو حضرت شیخ سے ملنے کا تقاضا شدت سے پیدا ہوتا اور یہی گویا واپسی کی دلیل ہوتی ۔ فرماتے کہ :

"اب ہمیں نہ روکو ، شیخ بہت یاد آتے ہیں"

رائپور میں شیخ زید مجدہٗ کے تشریف لیجانے پر مسرت اور شگفتگی

حضرت مولانا سید علی میاں صاحب مدظلہ تحریر فرماتے ہیں کہ رائے پور میں شیخ کی آمد سے جو مسرت اور شگفتگی پیدا ہوتی اور تشریف لیجانے سے جو افسردگی اور اداسی نظر آتی اور حضرت کے قلب مبارک پر اس کا جو اثر ہوتا اس کو دیکھنے والی آنکھیں ابھی نہیں بھولیں ۔

حضرت شیخ اطال اللہ بقاءہٗ اعلیٰ اللہ مراتبہ بالعافیہ کا بڑھاپا

گزشتہ اوراق میں جن ارباب بصیرت حاملان شریعت و طریقت ماہتابان رشد و ہدایت اقطاب زمانہ اور محبوبان بارگاہ الٰہی جن کی شان میں کہا گیا ہے ۔ ؎

ہیں خاک ہند میں کچھ نقشِ پا ان وہ نوروں کے
ادب سے چومتے جن کو ہیں دشت کوہسار اب تک

کوئی تھا گنج بخش ان میں کوئی گنج شکر ان میں
خزانے معرفت کے ہیں نہاں زیر مزار اب تک

ہوا ہندوستان جنت نشان جن کی فضاؤں سے
نہ آئی جا کے ان باغوں میں پھر فصل بہار اب تک

ان حضرات کا حضرت شیخ دام مجدہٗ سے غایت درجہ شفقت و محبت اور احترام و عقیدت جس کے کچھ نمونے اوپر گزرے بلا وجہ نہیں ہو سکتا بلکہ جیسا کہ شروع میں گزر چکا ہے کہ یہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی مناوی کی بنا پر محبوبیت و قبولیت عنداللہ کی علامت ہے اور عقلی طور پر بھی یہی اصول ہے کہ ؎

قدر گوہر شاہ داند یا بداند جوہری
قدر گل بلبل بداند یا بداند عنبری

یہ حضرات جانتے تھے کہ شیخ کیا کچھ ہیں اور کیا کچھ ہونے والے ہیں یہ حضرات حضرت شیخ کا تعارف کرا کر تشریف لے گئے اب حضرت کے بڑھاپے کا دور ہمارے سامنے ہے جبکہ خدمت حدیث کی برکت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مقبول دعا نَضَّرَ اللّٰہُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِیْ فَحَفِظَہَا وَ وَعَاہَا وَاَدَّاہَا (الحدیث مشکوٰۃ شریف کتاب العلم فصل ثانی ص۳۵)۔
ترجمہ:۔ اللہ اس بندہ کو تر و تازہ رکھے جس نے میری بات سنی اس کو یاد کیا اور

محفوظ رکھا اور اس کو ادا کر دیا۔) کا ظہور چہرۂ انور کی تر و تازگی سے ہو رہا ہے

چمکتی ہیں آنکھیں دمکتا ہے چہرہ ع

وہ بڑھاپے میں جانِ جہاں ہو رہا ہے

اور حضرت مفتی محمود زید مجدہٗ فرماتے ہیں:۔

چہرہ پُر نور اور روشن تر از شمس و قمر

لیک ظاہر می شود مقدار تاب طالبان

(۱) اس دور کی ابتدار کو دیکھ کر آج سے تقریباً پندرہ برس پہلے مدینہ منورہ میں عارف باللہ حضرت مولانا بدر عالم صاحب قدس سرہٗ نے فرمایا تھا کہ اب حضرت شیخ پر رحمتِ خداوندی برستی نہیں بلکہ انڈیلی جا رہی ہے۔

(۲) ایک صاحب کشف بزرگ نے سید الکونین حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت شیخ کے متعلق امامِ عصرہ و برکتہ دہرہ کا خطاب دیتے سنا جس کا اثر محدث شہیر علامہ محمد یوسف بنوری رح پر اس طرح ہوا کہ انھوں نے نامِ نامی کے ساتھ برکۃ الدھر لکھنا شروع کر دیا تھا۔

(۳) موجودہ وقت کے تمام اہلِ حق علماء و مشائخ کا حضرت اقدس کی طرف رجوع ہے خواہ ان کا تلمذ یا سلوک کا تعلق کسی بھی سلسلہ سے ہو اور اکثر تو بلا واسطہ سلسلہ میں داخل ہیں اور یہ حضرات اکابرین پیشین کی طرح حضرت سے عقیدت و محبت رکھتے ہیں۔ بندہ نے ان حضرات کے اسمارِ گرامی تحریر نہیں کیے کہ اب تک صرف مرحومین ہی کے ذکرِ خیر کا التزام کیا گیا ہے اور دنیا کے ہر ملک میں قبولیتِ عامہ بھی اس درجہ کا ہوگیا ہے کہ جس کی نظیر پہلے نہیں ملتی۔ اس طرح گویا سید الانبیاء صلی اللہ

علیہ وسلم کے سچے جانشین کو سید الاولیاء ہونے کا شرف حاصل ہے۔

دوسری طرف حضرت کا یہ دور وہ ہے جس کو دورِ فتن کہا جاتا ہے اس وقت کا قطب بھی غیر معمولی صفات قدسی کا حامل ہوتا ہے جیساکہ فتن کے منتہا کے وقت حضرت امام مہدی و حضرت عیسٰی علی نبیتنا وعلیہما السلام کا ظہور ہوگا)۔

یہاں اس دور کے ایک فتنے کا ذکر کر دینا مفید ہے اور اس ذکر کا سب سے پہلے بندہ خود مخاطب ہے اور اس کو اپنی اصلاح کی کوشش میں لکھ رہا ہے کہ تحریر کرنا بھی تاثر کا ایک ذریعہ ہے اور میری طرح بعض دوسرے عوام کالانعام اور بعض نوجوان علماء خام بھی اس فتنہ میں مبتلا ہیں۔ اللہ کریم اپنے فضل سے ہم کو عقلِ سلیم عطا فرمائے کہ حضرت اقدس کے وجود کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ بندہ اپنا حال خود ہی شائع کر رہا ہے شاید کہ کوئی سعید روح میری بدحالی سے عبرت حاصل کر لے اور اس کے طفیل میں اللہ کریم میری بھی اصلاح فرما دے۔ اس فتنے کی خبر صادق المصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے کہ ایسا وقت آجائے گا جبکہ اعجاب کل ذی رأی برأیہ۔ یعنی ہر شخص خود پسندی اور اپنی رائے کو افضل سمجھنے میں مبتلا ہوگا۔

حضرت اقدس کے مقابلہ میں اس اعجاب رائے کو اپنے اندر پا کر مجھے اپنے اوپر نفاق کا شبہ ہے اور کم از کم حماقت اور بدفہمی میں تو شک ہی نہیں جبکہ آج دنیا میں تمام اہلِ حق علماء و مشائخ نے حضرت کو شیخ المشائخ قطب العالم امام شریعت وطریقت مان لیا اور یہ بندۂ نالائق بھی اپنی جھوٹی زبان سے

عہ مشکوٰۃ المصابیح باب الغضب والکبر

ان امور کا اقرار کرتا ہے اللہ پاک غور کرنے کی توفیق دے کہ آج سے چالیس برس پہلے کے جامع شریعت و طریقت حضرات کی شہادتیں اور حضرت کے ساتھ ان کا طرز عمل جو مذکور ہوا اس کو ہم مانتے ہیں تو اب چالیس پچاس برس بعد یقیناً ماشاءاللہ حضرت کو غیر معمولی ترقیات حاصل ہوئی ہیں جن کا ادراک کرنے والا اب کوئی نہ ہوگا مگر صلحار وقت اہل نسبت و اہل کشف کے مکاشفات اور منامات صالحہ جو لاتعداد و لاتحصیٰ ہیں۔ ہمارے علم میں ہیں۔ حضرت اقدس کی سخت ناگواری کے خوف سے اس کو درج نہیں کر رہا لیکن ترقیات کے چند مسلمہ اصول درج کرتا ہوں

(۱) حصول نسبت کے بعد عبادات و جملہ خدمات دینیہ سے دن بدن نسبت باطنی میں قوت آتی جاتی ہے تو جسے حصول نسبت کی سند تقریباً ۶۵ برس پہلے مل چکی تھی اس کے بعد سے اب تک اس کا دینی خدمات میں بے مثال مجاہدہ دنیا کے سامنے ہے۔

ایک بزرگ نے مکاشفہ میں دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ مجھے ان کی (حضرت شیخ کی) یہ ادا بہت پسند ہے کہ کوئی وقت ضائع نہیں کرتے۔ ایسے حضرات کی ترقی کی رفتار کے متعلق بزرگان پیشین فرما گئے ہیں :-

سیر زاہد ہر شبے یک روزہ راہ
سیر عارف ہر دمے تا تخت شاہ

اسی وجہ سے حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ نے فرمایا تھا کہ ان کی ابتدار وہاں سے ہوتی ہے جہاں ہماری انتہا ہوتی ہے۔

(۲) حدیث قدسی میں ایسے حضرات کی شان میں فرمایا گیا ہے کہ کُنتُ

سمعہ الذی یسمع بہٖ وبصرہ الذی یبصر بہٖ ویدہٗ التی یبطش بھا و رجلہ التی یمشی بھا (الحدیث مشکوٰۃ شریف باب ذکر اللہ عزوجل و التقرب الیہ فصل اول صہ ۱۹۷)

(ترجمہ:۔ میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں ہو جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔)

یعنی ان کو فنائیت و معیتِ خداوندی اس درجہ حاصل ہوتی ہے کہ ان کا دیکھنا، سننا اور ہر حرکت لِلّٰہ فی اللہ اور من اللہ ہوتی ہے تو ایسوں کی رائے و ادراک کی کیا کچھ حیثیت ہوگی اور ان کے مقابلہ میں اپنی رائے کو ترجیح دینا کس قدر حماقت اور تکبر کا باعث ہوگا۔

حضرت پیران پیرؒ فرماتے ہیں کہ اولیاء کے قلوب ارادہ خداوندی کا دروازہ ہوتے ہیں اور بزرگوں نے فرمایا ان کے افکار و توجہات توجہ الی اللہ سے متحد ہوتے ہیں ان کے قلوب نظر باری تعالیٰ اور تجلیاتِ الٰہی کے محل ہوتے ہیں۔ ان کی خاموشی بھی ہادی ہوتی ہے۔ تو ان کا کلام اور مشورہ اور رائے کس قدر صائب ہوں گے ایک دفعہ حضرت نے ایک بزرگ سے جن کو مکاشفے میں بارگاہ نبوت میں حاضری نصیب ہو جاتی ہے اپنے ایک سفر کے ارادے کے متعلق استصواب کرایا تو وہاں سے ارشاد ہوا کہ ان کے (حضرت شیخ کے) دل میں جو خیال آتا ہے وہ اوپر ہی سے آتا ہے۔ سفر کے متعلق فرمایا گیا کہ اس سے بڑا اور کیا کام ہو سکتا ہے۔

(۳) حدیث پاک میں ہے اتقوا فراست المومن فانہ ینظر بنور اللہ۔ لہٰذا جن اولیاء کے متعلق ہمارے خیال میں فراستِ صادقہ کی سند بارگاہ

نبوت سے ملی ہوئی ہو پھر ان کے مشورہ اور رائے پر اپنے ناقص خیالات اور اوہام کو ترجیح دینا کس قدر قبیح ہے۔

(۴) اس کے علاوہ حالات رفیعہ میں سے ایک چیز کشف ہے جس کی ایک قسم کشف کونی ہے اس کا بھی خدام کو روز تجربہ ہوتا ہے گو یہ قسم اولیاء کے لیے ضروری نہیں لیکن دوسری قسم کشف الٰہی یعنی امور دینیہ میں حقائق کا کشف تو حضرت کو اعلیٰ درجہ کا حاصل ہے جو کہ ہر ولی کامل کا حصّہ ہے اسی حالت میں حضرت کی کسی دینی امر میں پسندیدگی و ناپسندی کا لحاظ نہ کرنا موجبِ ہلاکت و خسران ہے۔

ضمیمہ

قطب وقت مانتے ہوئے اختلاف رائے کرنے کی شرائط

کشف و فراست صادقہ کے علاوہ ایک چیز اور ہے جو اشارۃً اوپر بیان ہو چکی مگر بعض کے لیے کچھ تفصیل کی جاتی ہے

یہ حضرات جن کے متعلق ہمارا خیال ہو کہ اس وقت روحانیت کی گاڑی یہی چلا رہے ہیں جیسا کہ مکاشفات و مقامات بھی اسی خیال کی تائید کرتے ہیں تو یہ حضرات ہمیشہ متوجہ الی رہتے ہیں۔ ذکر ان کی صفت لازمہ بن جاتی ہے اس لیے ان کو خوب حضوری اور مواجہت حاصل رہتی ہے۔ یہ حالت عام ذاکرین کو تھوڑی دیر کے لیے کبھی کبھی حاصل ہوتی ہے لیکن قطب زمانہ اور غوث وقت کی ہر وقت یہی حالت ہوتی ہے۔

اور "ارشاد السلوک" میں ہے کہ وہ قطب محل نظر باری تعالیٰ ہوتا ہے اور فخر رسل صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پر ہوتا ہے وہ کبھی ذکر اللہ بطور یاد کرنے کے نہیں کرتا بلکہ تعمیل امر "اُذکُر"[1] اور خوشنودی مولیٰ کے لیے اس کے سامنے ہوتے ہوئے اس کا نام لیتا ہے یا تعریف کرتا ہے۔ اس کے علاوہ اپنے حاصل شدہ حقیقی ذکر پر دھیان نہیں ہوتا اس لیے اس کی حالت عام آدمی کی طرح ہوتی ہے جبکہ عام ذاکرین کے لیے وہی تھوڑی دیر کی حالت عجیب لذت و مستی اور سکر کی ہوتی ہے آسان لفظوں میں یوں سمجھیں جیسے ہر وقت کا بے تکلف حاضر باش خادم کہ وہ شیخ کے ساتھ اس کے سامنے کھاتا سوتا اور اپنے سارے کام بلا تکلف کرتا ہے۔ اپنی ضروریات پوری

---

[1] واذکر ربك کثیرا (آل عمران ۴۱)

کرنے میں اپنی مصلحت اس کے پیش نظر نہیں ہوتی بلکہ اس میں شیخ ہی کی خدمت کے لیے اپنے کو تیار کرنا ہوتا ہے اور خلاف رضا کی تو جرأت ہوتی ہی ہیں۔ اس خادم خاص کو مولا کی مرضی نامرضی کا ایک معیار معلوم ہوتا ہے ور مزاج شناس سا ہو جاتا ہے۔ اب وہ اپنے عام ذاتی کاموں میں چونکہ ہر جزئی کو پوچھ کر نہیں کرتا اس لیے کبھی کبھی اپنے کاموں میں یا دوسروں کے کاموں میں اس کی رائے غلط بھی ہو جاتی ہے لیکن جو امور آقا کے کام کہلاتے ہیں یا رعایا کے متعلق اہم کام ہوتے ہیں کہ گویا وہ بھی آقا ہی کے کام ہیں۔ ان کو وہ پوچھے بغیر کبھی نہیں کرتا۔ لہذا ان کاموں میں کبھی غلطی بھی نہیں ہوتی یہی حال اس درجہ کے اولیاء اللہ کا ہوتا ہے کہ وہ امور دینیہ کو خاص پوچھ کر عمل کرتے ہیں یا دوسرے کو حکم دیتے ہیں۔

یہ پوچھنا مواجہت کی وجہ سے پسند و ناپسند کا آقا کے چہرہ سے ادراک کرنا ہوتا ہے جو قلبی انقباض اور شرح صدر کی صورت میں ہوتا ہے لہذا انکی رائے اگرچہ وحی نہیں ہوتی لیکن ان کے غیر کی رائے سے بدرجہا بہتر ہوتی ہیں۔ اور حق ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ تو اپنے کو مٹائے ہوئے ہوتے ہیں اسی لیے ان کی رائے من اللہ ہوتی ہے جس کی مخالفت سے بندوں کا نقصان ہوتا ہے اس لیے بسا اوقات اپنی رائے کی خلاف ورزی دیکھ کر ان کو افسوس ہوتا ہے حالانکہ یہی حالت عامی کے حق میں کبر کہلاتی ہے کہ اپنی مرضی کے خلاف ان کو افسوس ہو مگر ان حضرات کی رائے ان کی ذاتی نہیں ہوتی ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

والا معاملہ ہوتا ہے اس لیے ان کی رائے کے خلاف رائے رکھنا کبر کہلاتا

ہے اس وجہ سے جب وہ اس خلاف کرنے کو اپنے کسی مرید میں دیکھتے ہیں تو ان کا قلب مرید کے کبر و خودرائی کی وجہ سے مکدر ہو جاتا ہے اور مرید کے لیے یہ بات بہت ہی خطرے کی ہوتی ہے کیونکہ فیوضِ الٰہی کا واسطہ شیخ ہوتا ہے۔

حضرت حاجی صاحبؒ نے اس کی خوب مثال دی ہے فرمایا کہ اگر کسی چھت کے میزاب کے مخرج میں مٹی ٹھونس دی جائے تو آسمان سے پانی برسے گا تو گو وہ چھت پر تو نہایت صاف شفاف حالت میں آئے گا۔ لیکن جب میزاب میں ہو کر نیچے پہنچے گا تو بالکل گدلا اور میلا ہو کر۔ اسی طرح شیخ کے قلب پر ملاء اعلیٰ سے فیوض و انوار نازل ہوتے رہتے ہیں ان کا تعدیہ ایسے طالب کے قلب پر جس نے شیخ کے قلب کو مکدر کر رکھا ہے مکدر صورت ہی میں ہوتا ہے جس سے اس طالب کا قلب بجائے منوّر و مصفّا ہونے کے تیرہ و مکدر ہوتا چلا جاتا ہے اور جمعیت قلب کبھی میسر نہیں ہوتی۔ تکبر بُرا تو ہے ہی لیکن بزرگی کا تکبر یا یہاں ایک ضروری تنبیہ یہ ہے کہ اس نزول کامل والے کی حالت چونکہ عامی آدمی کی طرح ہوتی ہے بزرگوں والی خاص اور عجیب حالت عوام کو کوئی نظر نہیں آتی۔ اسی کو محققین نے فرمایا ہے کہ نسبت جب بہت اونچی ہو جاتی ہے تو مستور ہو جاتی ہے اس وقت اس صاحب نسبت کا فیض تو عام اور تام ہو جاتا ہے لیکن عوام کو اس کا ادراک نہیں ہوتا۔ اس کے ساتھ ایک مشکل یہ ہوتی ہے کہ بعض غیر دینی امور جو تجربہ سے متعلق ہوتے ہیں اس کے متعلق حدیث پاک میں فرمایا گیا ہے أَنْتُمْ أَعْلَمُ باموردنیاکم

یہاں پر عوام کو ایک مغالطہ اور بھی ہوتا ہے کہ چونکہ یہ حالت رفیعہ اکثر

آخر عمر اور بڑھاپا میں حاصل ہوتی ہے جبکہ وہ جسمانی طور پر معذور ہو چکتے ہیں دنیاوی اخبار اور نئے تجربات سے کنارہ کش ہوتے ہیں۔ یا اس میں دوسروں کے محتاج ہوتے ہیں ان کی بینائی سماعت بلکہ حافظہ تک سب کمزور ہو جاتا ہے ان کی معلومات دوسروں کے حواس کے ذریعے ہوتی ہیں جس کی وجہ سے غلطی لگ جانا بھی ممکن ہے ان کو اپنی فراست سے کوئی دنیاوی بات غلط محسوس بھی ہو تو اپنی فراست کی وجہ سے دوسرے مسلمان کو جھوٹا نہیں کہتے اور معاملہ اللہ پر چھوڑتے ہیں مگر امور دینیہ میں یعنی آقا کے کاموں میں وہ سب سے زیادہ باہوش عاقل اور چست ہی نہیں ہوتے بلکہ ہر حرکت و سکون آقا سے پوچھ کر کرتے ہیں بلکہ ان سے وہ کرایا جاتا ہے جو آقا کو پسند ہو۔ ناپسند سے حفاظت فرمائی جاتی ہے۔ حضرت گنگوہیؒ کا ارشاد ہے کہ :۔
(فنافی الشیخ کی حالت میں) کامل تین سال تک حضرت حاجی صاحبؒ سے پوچھے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھایا۔ اس کے بعد (فنافی الرسول کی حالت میں) کامل تین سال حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھے بغیر کوئی حرکت نہیں کی اس کے بعد خاموش ہو گئے لیکن پوچھنے پر فرمایا کہ پھر آگے احسان کی حالت رہی۔ بندہ نے اسی حالت کا ذکر کیا کہ پوچھ کر عمل کرتے ہیں۔

جو لوگ ان باتوں سے بے خبر ہیں اور جہالت کے ساتھ ام الامراض کا وافر حصّہ بھی ان کو نصیب ہوا ہے وہ ایسی حالت میں ان اقطاب زمانہ کو اپنے خاندانی بوڑھوں پر قیاس کرتے ہیں کہ سٹھیا گئے ہیں۔ اب ان کی کوئی رائے قابل اعتبار نہیں البتہ یہ ہمارے بزرگ ہیں۔ یعنی ابا جان دادا جان ہیں ان کی تعظیم ہم چھوٹوں پر لازم ہے ورنہ لوگ ہم کو نافرمان بے ادب کہیں گے۔ اور بعض کو ان سے طبعی محبت بھی ہوتی ہے۔ یہ بزرگ معذور مسکین

بیمار عاجز ہیں ان کی دعائیں قبول ہوتی ہیں ان کی گھر میں بھی برکت ہے ہم ان کی دعاؤں کے محتاج ہیں لیکن رائے میں بچارے معذور ہو گئے۔ پہلے وقت میں یعنی ہمارے بچپن میں اور ان کی جوانی میں ان کی رائے ٹھیک تھی اب نہیں رہی اب ہماری رائے ٹھیک ہے اکثر لوگ ان خاندانی بوڑھوں پر دینی بوڑھوں کو قیاس کرتے ہیں اسی طرح قیاس مع الفارق کر کے جہالت میں ڈوب کر مرتے ہیں۔

دوسری تنبیہ :- مندرجہ بالا مغالطے سے بڑھ کر ایک مغالطہ خام اہلِ علم کو ہوتا ہے اور وہ ام الامراض کی وجہ سے جہل مرکب میں مبتلا ہوتے ہیں۔ وہ حضرات امور دین اور امور دنیا کا فرق تو سمجھتے ہیں کہ یہ ہمارے دنیاوی بزرگ اور یہ دینی ہیں لیکن دینی بزرگوں سے اختلاف کرنے کے لیے بعض بڑے اکابرین کا نام مثال میں بے حیائی سے لے دیتے ہیں جنہوں نے مسائل شرعیہ میں اپنے مشائخ سے اختلاف کیا۔ یہ مندرجہ ذیل امور سے غافل ہو کر کارِ پاکاں کو اپنی حماقت پر قیاس کرتے ہیں

نمبر ۱:- بعض وقت مرید کا پیر سے بڑھ جانا ثابت ہے اور جائز ہے

نمبر ۲:- بعض وقت مرید اپنے وقت کا امام شریعت ہوتا ہے اور اس کا پیر محض ضروری علم دین سے واقف ہوتا ہے مکمل عالمِ دین نہیں ہوتا اگرچہ طریقت میں کامل ہو۔

نمبر ۳:- ایسی حالت میں مسائل شرعیہ میں پیر اختلاف کرنے والے مرید سے خوش ہوتا ہے۔ جیسا کہ اس صورت حال والے پیروں مریدوں کی حکایات ہمکو معلوم ہیں لیکن ہمارا ام الامراض ان حکایات کو بھی اپنے مطلب کی دلیل بنا لیتا ہے۔

نمبر۴:۔ اپنے مقام کا فرق دیکھنے کے علاوہ دینی ضرورت کے درجہ کو بھی ملحوظ خاطر رکھنا چاہیئے کہ جہاں پیر کے مستحب یا مباح میں کسی دوسرے کے شرک و بدعت میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو تو ظاہر ہے کہ اختلاف کرنا جائز اور ضروری ہوگا۔

نمبر۵:۔ اپنے پیر سے شرعی مسئلہ میں اختلاف رکھنے والے اکابر امور تربیت اور دیگر مباح کاموں میں جس طرح انقیاد کا نمونہ بن کر دکھا گئے اس کو بھی سامنے رکھا جائے۔ چنانچہ مندرجہ بالا امور کی صورت میں حضرت حاجی صاحبؒ اور محدث گنگوہیؒ حضرت امام ربانیؒ کے مابین چند مسائل شرعیہ میں اختلاف تھا۔ فخر المحدثین ابوحنیفہ وقت امام ربانی سے کسی نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ ہم نے حاجی صاحبؒ سے بیعت اپنے علوم کی تصحیح کرانے کے لیے نہیں کی تھی بلکہ ان کے قلب مبارک میں جو چیز تھی اس سے اپنے علوم کو حال بنانے کے لیے بیعت کی تھی۔ شرعی مسائل حضرت حاجی صاحبؒ ہم سے پوچھیں گے۔

مذکورہ امور خمسہ کے بغیر اگر کوئی مرید محض نام نہاد فاضل ہو۔ پیر وقت کا امام شریعت و طریقت ہو جس کی امامت و فردیت پر ماضی کے اولیاء کاملین اور راسخین فی العلم کی شہادتیں ہوں اور موجودہ اہل علم کا متفقہ طور پر رجوع ہو اور غیبی بشارتوں کا وہ نور ہو جس کی نظیر پہلے اکابر میں نہیں ملتی تو وہاں اپنی پسند اور رائے کو ترجیح دینا حماقت، تکبر، اور نفاق نہیں تو کیا ہے؟ کیا ہم لوگ اعجاب کل ذی رای برائہ کے مصداق نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ فہم سلیم عطا فرما کر تکبر سے نجات دے۔ آمین۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہمارے حال پر رحم فرمائے ہم لوگ حضرت

کی بزرگی اور برکت کے تو کچھ قائل ہیں مگر ان کے مشوروں اور ان کی رائے کی قدر نہیں کرتے جیسی کہ اکابر کر کے دکھا گئے اللہ تعالیٰ اس کفران نعمت کو معاف فرما دے۔

علامہ منذری نے ترغیب و ترہیب میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ البرکۃ مع اکابرکم یعنی برکت تمہارے اکابر کے ساتھ ہے۔

اور ایک حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اپنی امت پر تین چیزوں سے زیادہ کسی چیز کا خوف نہیں کرتا منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ وہ علم والے شخص کو دیکھیں اور اس کو ضائع کر دیں پرواہ نہ کریں۔ (ترغیب کذافی الاعتدال)

عبرت اور غور کے لیے ایک جلیل القدر امام کا واقعہ لکھتا ہوں۔ حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک صبح کی نماز میں قنوت کا پڑھنا سنت ہے۔ ایک مرتبہ امام اعظمؒ کی قبر پر حاضر ہوئے اور صبح کی نماز وہاں پڑھی تو دعائے قنوت نہیں پڑھی۔ بعض روایات میں ہے کہ بسم اللہ بھی آواز سے نہیں پڑھی حالانکہ وہ بھی ان کے نزدیک سنت ہے کسی نے استفسار کیا تو فرمایا کہ اس قبر والے کے ادب نے روک دیا۔ حضرت امام نے امام اعظم کے ادب سے سنت کو نہیں چھوڑا بلکہ ان کے ادب سے ان کی تحقیق کو اپنی تحقیق پر مقدم سمجھا کہ امام اعظمؒ کے نزدیک یہ چیزیں سنت نہیں ہیں بلکہ قنوت کا نہ پڑھنا سنت ہے اور بسم اللہ کا آہستہ پڑھنا ہے۔

رائے کے معاملے میں حضرت شیخ کی رائے کی وقعت کے اکابر کے قصے تو گزر چکے ہیں نمونے کے طور پر اصاغر ملحق بالاکابر کے صرف دو قصے

لکھتا ہوں۔

مجاہدِ ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحبؒ کی عادت شریفہ

حضرت شیخ زید مجدہٗ فرماتے ہیں کہ میں مدارس عربیہ کے درمیان میں ہندی، انگریزی کے داخل کرنے کا ہمیشہ سے شدید مخالف ہوں ہمارے اکابر نے ان مدارس میں انگریزی داخل کرنے کی کبھی اجازت نہیں دی۔ ہمیشہ مخالفت فرمائی اس طرح ہندی کا حال ہے۔ مَیں مدارس عربیہ میں اس کے داخلہ کا بھی سخت مخالف ہوں۔ جب یہ ناکارہ دارالعلوم دیوبند کا ممبر شوریٰ تھا ایک صاحب نے ضروریات زمانہ سے متاثر ہوکر بہت زور و شور سے دارالعلوم کے نصاب میں ہندی داخل کرنے کی تحریک کی مَیں نے نہایت شدت سے مخالفت کی۔ مَیں نے کہا کہ انگریزی اور ہندی کے لیے گاؤں گاؤں سکول کھلے ہوئے ہیں۔ یہ لاکھوں میں دو چار بچے عربی پڑھنے کے لیے آگئے ہیں تم ان کو بھی اسی میں دھکیل رہے ہو۔ مولانا حفظ الرحمٰن صاحبؒ بھی اس وقت حیات تھے اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور بلند درجات عطا فرمائے۔ میری تائید میں بہت زور دار تقریر انھوں نے فرمائی اور کہا کہ سب کو معلوم ہے کہ مَیں ہندی کا کتنا حامی ہوں مگر مَیں دارالعلوم کی چار دیواری میں شیخ الحدیث صاحب مدظلہٗ کے ساتھ ہوں۔ یقیناً اس کو اسلاف کی طرز پر جتنا بھی زیادہ سے زیادہ ممکن ہو رکھنا چاہیئے اصل محرک صاحب نے ضرورتِ زمانہ پر زور دیا۔ مولانا مرحوم نے میری وکالت کرتے ہوئے کہا کہ ان مدارس کی ابتداء میں انگریزی کی ضرورت اس سے زیادہ سخت تھی جتنی آج کل ہندی کی بتلائی جا رہی ہے اور میں خود

بھی اس کا ہم خیال ہوں مگر دارالعلوم کی حدود میں شیخ الحدیث کے ساتھ ہوں۔ مجھ غریب کی آواز میں توانتا زور نہ ہوتا کہ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کے جوش و خروش کو دیکھنے والے اب تک بھی خوب ہیں۔ میں نے پہلے کسی جگہ پر یہ لکھوایا ہے کہ مفتی کفایت اللہ صاحب (مفتی اعظم) باوجود اپنے سیاسی زوروں کے اس ناکارہ کی رائے کو اپنی رائے کے خلاف قبول فرماتے تھے اور جہاں کہیں ان کی رائے بہت خلاف ہوتی وہاں بھی اس سیہ کار کو بغیر نام کے ذکر ضرور کر دیتے تھے۔ دارالعلوم کے مسائل میں مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کا بھی یہی معمول رہا کہ وہ بسا اوقات اپنی سیاسی رجحان کے مخالفت کے باوجود دارالعلوم کے مسائل میں اس سیہ کار کو بہت اہمیت دیتے تھے۔

استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی فقیر اللہ صاحب قدس سرہٗ کا ایک مکتوب

حضرت مفتی صاحبؒ حضرت شیخ الہند کے شاگرد حضرت گنگوہیؒ کے فیض یافتہ اور حضرت رائپوریؒ کے خلیفہ تھے۔ پنجاب کے اکابر علماء کے استاد تھے۔ جب قبر مبارک میں رکھے گئے تو قبر شریف مشک کی عجیب خوشبو سے بھر گئی جو بعد میں کئی روز تک قبر کے باہر آتی رہی۔ شروع قیام پاکستان میں ایک دفعہ ان کے مدرسہ کی روئداد میں علماء کی فہرست میں مودودی صاحب کا نام بھی چھاپ دیا گیا جس پر حضرت اقدس شیخ دام مجدہٗ نے ناظم مدرسہ کو لکھا کہ ایسا کیوں کیا گیا ہے۔ حضرت مفتی صاحبؒ کے صاحبزادے مولانا حافظ عبداللہ صاحب شیخ الحدیث جامعہ رشیدیہ نے راقم الحروف سے بیان کیا کہ جب حضرت شیخ کا خط مفتی صاحب نے سنا تو بے چین ہو

گئے مجھے آواز دی۔ فرمایا۔ او عبد اللہ جلدی آ۔ دیکھ حضرت شیخ نے کیا لکھا۔ مَیں نے عرض کیا کہ حضرت مجھ سے تو مشورہ نہیں ہوا تھا فرمایا مشورہ نہیں ہوا تھا؟ او اب ہمارے بڑے حضرت شیخ ہی تو رہ گئے ہیں اگر یہ ناراض ہوں گے تو پھر ہم کہاں کے رہیں گے۔ جلدی اسی وقت ان سے معافی مانگ جواب لکھ۔ چنانچہ مندرجہ ذیل جواب لکھوایا گیا۔

بحضرت سیدی و مولائی و محترمی دامت برکاتہم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ'

آپ کا والا نامہ بنام برادر عزیز مولوی حبیب اللہ ناظم مدرسہ پڑھا اور حضرت والد صاحب کو بھی سنایا۔ حضرت والد صاحب نے سنتے ہی فرمایا کہ حضرت شیخ کو جلدی جواب لکھ۔

امتثالاً للأمر یہ عریضہ لکھ رہا ہوں۔ مدرسہ کی روئداد مرتب کرتے وقت برادر عزیز نے ہم دونوں سے کوئی مشورہ نہیں کیا۔ صفحہ چھیالیس پر مودودی اور امین احسن کا نام شائع کرنے میں ہم نے سخت غلطی کی۔ آپ حضرات کو یقیناً صدمہ ہوا ہوگا ہم معافی کے طلب گار ہیں۔

ہمارا رشتہ تو آپ حضرات سے ہی ہے۔ ہمارا سلام، ہمارا مسلک ہمارا اعتقاد تو وَاللّٰہِ الْعَظِیْمِ بالکل اتنیدی ہے آپ حضرات کے مسلک سے الگ ہو کر ہمارا کہاں ٹھکانا ہو گا۔ ہم امید کرتے ہیں کہ آئندہ بھی ہماری کوتاہیوں پر ہم کو متنبہ فرماتے رہیں گے۔

بیان کا سلیقہ اور مافی الضمیر کے اظہار کی قدرت نہ پا کر دل کی

باتیں دل ہی میں چھوڑ کر رسالہ کو ختم کرتا ہوں اللہ تعالیٰ راقم الحروف اور ناظرین کے لیے نافع بنائے قبول فرمائے اور اس میں جملہ تقصیرات کو معاف فرمائے۔

وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰہِ العلی العظیم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہٖ واتباعہ اجمعین برحمتک یا ارحم الرحمین

تہیدست احقر

محمد اقبال مدینہ منوّرہ

شب جمعہ ۶ جمادی الثانی ۱۴۰۱ھ